

# انجیل متی

مَنْظُورٌ نَتْرُجِمُهُ ○ مَطْرَقَةُ صَدْرٍ

# أرمغان حجاز

[اقبال]



منظوم ترجمہ

مُضطرر حجاز

( حقوق ترجمہ بحق مسترجم محفوظ )

تاریخ اشاعت : دسمبر ۱۹۷۷ء

( بار اول - ایک ہزار )

قیمت : پندرہ روپے

سرورق :  
\* طالبِ نوندمیری {

\* زیرِ اہتمام : ذاکر اعجاز \* طبع امتیاز

○ کتابت : محمد عبدالقادر زرین رقم

\* سلام خوشنویس

\* عارف الدین

○ طباعت : کاظمی پرنٹنگ پریس، دارالشفاء - حیدرآباد

○ جے - رام لیتھو پرنٹرس - چھتہ بازار - حیدرآباد

○ طباعت سرورق : شیام پریس - توپ کا سانچہ - حیدرآباد

○ یہ اعانت آندھرا پردیش اُردو اکیڈمی - حیدرآباد

بلنے کے پتے

۱۔ مکتبہ نشاۃ ثانیہ - معظم جاہی مارکٹ - حیدرآباد ۱۰۰۰۰۵

۲۔ آندھرا پردیش اُردو اکیڈمی، سیف آباد - حیدرآباد

۳۔ مضطر مجاز ۲۱ - ۵ - ۱۶ فرحت نگر - حیدرآباد ۲۴۰۰۰۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ارمغانِ اقبالؒ

الہی شوخیِ برقی تجسلیٰ وہ زبانم را

قبولِ خاطرِ موسیٰ نگاہاں کن، بیانم را

حضرت علامہ اقبال کی شاعری انسانی عظمت اور بے غرض خدمت کا ترانہٴ عشق ہے۔  
اور سوجان سے حضرت اقبالؒ انسانِ کامل کے فدائی ہیں۔

ان کے دل میں رسواۃِ محترم کی غیر معمولی عقیدت و محبت کا ایک نہ اترنے والا طوفان موجیں  
مارتا ہے اور ان کے دل و زبان سے بے اختیار دلوں کی گہرائی میں اتر جانے والی حقیقتِ بیان کا  
یہ روپ اختیار کرتی ہے کہ خلق، تقدیر اور ہدایت مختلف ظہور کی ابتدائی منزلیں ہیں۔  
رحمتُ للعالمینؑ کا ظہور کائنات کی پیدائش کے مقاصد کی انتہا ہے۔ جاوید نامہ میں ارشاد  
ہوتا ہے۔

خلق و تدبیر و ہدایت ابتداست

رحمتہ للعالمینؑ انتہاست

رموزِ بیخودی کی آخری نظم ”عرضِ حالِ مصنف بحضورِ رحمتہ للعالمینؑ میں آپ سے خطاب  
کی سعادت حاصل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کی ذاتِ بابرکات کا ظہور زندگی کا شباب

ب

ہے۔ آپ کا جلوہ زندگی کے خواب کی حقیقی تعبیر ہے۔

اے ظہور تو شباب زندگی

جلوہ ات تعبیر خواب زندگی

اس حقیقت محمدی کے عاشق اور احسانات محمدی کے عارف کے دل میں مزار محمدی کی

زیارت اور آپ کے دیدار کی تمنائیں جس قدر جوش مارتی ہوں گی، اس کا اندازہ کیا ہمارے دلوں  
کے لئے آسان ہے؛ آگے نعت نبی میں یہ موتی بکھیرتے جاتے ہیں:-

ایک مشت خاک تیرے ہی احسان سے فخر کائنات بن جاتا ہے

میری ساری شاعری کی جزا آپ ہی کی ایک دعا ہے

بلند و ترتر خدا کے حضور یہ دعا کیجئے کہ میرا یہ عشق عمل کے دامن سے مل جائے۔ بیشک

آپ نے انسانیت کے ساتھ انتہائی دردمندی کی دولت بخشی ہے، علم دین کی یہ سمجھ لو مجھ آپ

ہی کی فیض بخشی کا ایک حصہ ہے۔ آپ کی دعا و توجہ سے مجھے عمل میں مضبوط بنا دیجئے۔ میں

ابرنیساں کا ایک قطرہ ہوں مجھے چمکتا ہوا موتی بنا دیجئے۔

در عمل پائیدہ تر گرداں مرا

آب نیسانم، گہر گرداں مرا

دل کی یہ تڑپ جب ابتدائے شاعری میں اس درجہ پر تھی تو اندازہ کیجئے کہ عمر کی آخری

منزلوں اور احساسات کی ترجمانی کے کمال کے درجوں میں پہنچتے، پہنچتے کیسے انوکھے روپ

اختیار کر گئی ہوگی، شاعر کے اس دور میں جذبات کی رنگیں نوالی اور حکمتوں کی گہرائی نے ارمغان

حجاز کی دلکش اور دل گداز شکل اختیار کی۔

حکیم شاعر پہلے "حضور حق" کے مقامات اور التجاؤں کو قلم کے سپرد کرتا ہے۔

وہ، دل ہم بے دلوں کے لے اڑے ہیں؛ مثال شمع بجھ کر رہ گئے ہیں

کبھی ہم عامیوں میں بھی نکل آ۔ کہ خاصاں پی کے رخصت ہو چکے ہیں  
ایسا ہی ایک نازک مضمون عاشقِ رسولؐ، استادِ کامل حضرت امیرِ بینائی نے کس نزاکت  
اور لطافت سے التجا کے انداز میں ادا کیا ہے، حسنِ ادا کی کیسی اچھی مثال ہے۔

وہ بزمِ خاص جو دربارِ عام ہو جائے

امید ہے کہ ہمارا سلام ہو جائے

اقبال حضورِ حق کی قرب نوازیوں سے حضورِ امت میں آتے ہیں۔ اس سلسلہ کی ایک

اہم ترین دعوت کس قدر مختصر اور بلیغ انداز میں ترجمہ کی گئی ہے۔

احمد کا عبد بن، احمد کا پیرو

”انا الحق“ کے محشرِ پیا کرنے والوں کے لئے کیا خوب انداز میں تاکید فرماتے ہیں۔

ضروری ہے سزا اگر فرزند بولے

اگر ملت کہے، پروا نہیں ہے

یہ رواں دواں ترجمے کی کیسی اثر پیدا کرنے والی مثال ہے۔

کرے شرح انا الحق اس کی ہمت

ہر اک کن کیلئے اس کے ”کیون“ ہے

یوں تو ایک زبان سے دوسری زبان کے محاورات میں ادبی شاہکاروں کا عام فہم اور

دل نشین ترجمہ نہایت کٹھن کام ہے۔ شاعری کے جواہر پاروں کی غیر زبان میں ترجمانی اور بھی

مشکل ہوتی ہے۔

جب شاعرِ اقبال ”جیسا حکیم و فلسفی اور نازک خیال، ماہر فنِ جمالیاتی آرٹسٹ ہو تو پھر

راستے کا کانٹوں بھرا ہونا ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ عرصہ ہوا۔ حضرت علامہؒ کے آخری

دور حیات میں مجھے شوق ہوا کہ رموزِ بیخودی کا انگریزی میں ترجمہ کروں۔ اس وقت تک اس

کتاب کا انگریزی میں کوئی ترجمہ نہ ہوا تھا۔ رموزِ بیخودی کو سمجھے بغیر ان کے فلسفہٴ نووی کے

پیچھے اچھے اچھے ٹھوکریں کھا رہے تھے ان دنوں بھوپال کے دارالاقبال میں حکیم امت قیام فرماتے۔ علیل ہونے کے باوجود یہ جواب دیا کہ انہیں ترجمہ کی اجازت میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن ترجمہ کی مشکلات مترجم کا دل توڑنے کے لئے کافی ہیں

اقبال نامہ میں چھپے ہوئے ایک خط میں ترجمانی اور مصوری دونوں پر یکساں صادق آنے والا یہ اصول حضرت علامہ نے لکھا ہے کہ

”اس کے لئے پوری مہارت فن کے علاوہ الہام الہی اور صرف کثیر کی ضرورت ہے۔“

خدا کا شکر ہے جناب مضطر الہام کی نعمت بھی رکھتے ہیں اور طباعت کے انتظام کی مجھ کو خوش خبری بھی سنائی ہے۔ خدا کرے یہ زور اور زر دونوں برابر بڑھتے رہیں۔ ترجمہ کی ان تلخ حقیقتوں کو نظر کے سامنے رکھ کر، ذرا ہمارے باذوق شاعر مترجم جناب مضطر مجاز صاحب کی بے تابی دل کو دیکھئے کہ مشرق کی مظلوم اور محروم قوموں کے نام فرض شناسی کے اقبال پیغام کے اردو میں ترجمہ کے بعد ”ارمغان حجاز“ کا ترجمہ پورا کر لیا۔ وہ اس کام کے لئے مضطر بھی ہیں اور صلاحیت کے لحاظ سے مجاز بھی ہیں۔

ہمت کو شنادری مبارک : پیدا نہیں بھر کا کنار

(بال جبریل)

یہ ان کے ذوق اور شوق دونوں کی بڑی کامیابی ہے کہ اکثر جگہ ان کا ترجمہ اصلی روح شعر کو اردو کے سنہرے روپ میں روانی کے ساتھ حسن ادا کئے اکثر لوازم کے ساتھ پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ قطعہ پڑھ لیجئے۔

عجب کچھ یہ مقامات نوا ہیں

نہ سمجھا یہ کسی نے میں کہاں ہوں

اسی صحرا میں ڈالا۔ میں نے ڈیرا

اسی کی خلوتوں میں نغمہ نواں ہوں

۱۔ طلوع مشرق۔ علامہ اقبال کی مثنوی پس چہ باید کرد کا منظوم اردو ترجمہ — از: مضطر مجاز

ہزار کوششوں پر بھی فارسی تشبیہوں اور ترکیبوں کا ایسا بدل کرنا ناممکن ہے، جو فارسی سے نا آشنا اردو جاننے والوں کے آجکل کے نیچے معیار پر پورا اتر سکے۔ کہیں کہیں ترجمہ میں نئی ترکیبیں اور نئی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں مثلاً ذیل کی رباعی میں زندہ سجدوں کی ترکیب تراش کر اپنے اخلاص اور دل کی گرمی کو خوب دل افروز بنایا ہے۔

زبانِ خلق بھی کیا چل رہی تھی  
مگر میں نے زباں کھولی نہ اپنی  
کہ میرے زندہ سجدوں سے بے ظاہر  
مرا اخلاص، میرے دل کی گرمی

مشہور قطعہ سے سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید کا ترجمہ بے ساختہ ہے۔  
اسی طرح سے ندانم تا کجا ویرانہ را بہ وہی از خونِ آدم رنگ و آبے  
کا ترجمہ ہے نہیں معلوم یہ ویرانہ کب تک بہ رہے گا آدمی کے خون سے رنگیں  
بہترین ترجمہ کی مثال ہے۔

اس محنتِ دل کے باوجود کسی کسی جگہ ترجمانی جس پر نہیں ملتی اور تقییل ترکیبیں

آجاتی ہیں جیسے

گناہ عشق و مستی کر دیا عام بہ دلیل پختگاں ثابت ہوئی خام  
حجازی لے میں ہوں میں نغمہ پیرا بہ ہوئی جاتی ہے سے زینت وہ جام  
دلیل پختگاں اور زینت وہ جام جیسی ترکیبوں کو اردو کہنا میرے جیسے فارسی کے طالب علم  
کے لئے ہی مشکل ہے تو اردو کے موجودہ قحط کے مارے ہوئے ہم زبانوں کے لئے کس قدر انتہا  
کا سامنا ہوگا، مگر یہ مترجم کی مجبوری ہے۔ اس میدان میں میری ذاتی رائے مشق اور تجربہ کے  
بعد یہی ہے کہ ایسی کتابوں کا ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں نہایت فصیح آزاد نثر میں ہونا  
چاہئے اور جہاں کہیں بے ساختہ ترجمانی نظم میں ہو جائے، وہاں ترجمہ منظوم کیا جائے۔



مقابات میں حسبِ ضرورت ترکیبیں بھی بدلی جاسکتی ہیں اور تشبیہیں بھی۔ بعض ایسی صورتیں بھی شاذ و نادر ممکن ہو جاتی ہیں کہ ترجمہ اصل سے بہتر ہو جاتا ہے، جیسے احمد کا عبد بن، احمد کا پیرو۔ میں نے شاذ کسی لفظ کی تصحیح کی بھی تجویز کی ہے جیسے مضطر صاحب نے "خدا رکھے" ترجمہ کیا تھا۔ میں نے خدا بخشنے بہتر سمجھا۔ اس میں اقبال کے طنز کا نشتر زیادہ اثر کرتا محسوس ہوتا ہے۔ اقبال کی فطرت غیر معمولی قدر داں اور احسان شناس ہے یہ انسانیت کی بہت بڑی خوبی ہے، حضرت رحمت کامل نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگوں کا شکر یہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ من لم يشكر الناس، لم يشكر الله۔ اقبال اسی جذبہ کے اظہار میں اپنے معنوی ارشاد رومی کو نہیں بھولتے، کسی قطعے ان کی فیض رسانی کے شکر یہ میں ارمغانِ حجاز کے صفحوں کی زینت بنائے ہیں۔

وہی مئے جام میں پھر ڈال اپنے : ہے اک جام اس کا افزوں ملکِ جم سے  
 جلال الدین رومی کے سخن سے : حریمِ دل کی دیواریں سجالے  
 میں سخن سنجی کے ان مختصر اشارات کو اقبال ہی کی ایک زبورِ عجم کی فارسی دُعا کے اپنے اُردو  
 منظلوم ترجمہ پر، دل کے ہاتھ اٹھاتے ہوئے ختم کرتا ہوں، رُوحِ مضطر بھی میرے ساتھ ہے۔  
 یارب ترے گدا کو دلِ باخبر ملے : نشے کو مئے میں دیکھ سکے، وہ نظر ملے  
 نکلا ہوں طائرانِ حرم کے شکار کو : تیرِ نظر سا تیر کوئی کارگر ملے  
 کرنا ہے گر حریفِ یم بیکراں ہمیں : پھر اضطرابِ موج و سکونِ گہر ملے  
 روشن ہو نورِ نغمہ داؤد سے یہ خاک  
 ہر ذرہ کو مرے پروبالِ شرر ملے

ڈاکٹر غلام دستگیر رشید

سابق صدر شعبہ فارسی، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد

# حضورِ حق

خوش آن را ہی کہ سامانے نگیرد  
دل او پسندِ یاراں کم پذیرد !  
بہ آہ سوز ناکش سینہ بکشاے  
زیک آہش غم صد سالہ میرد



خوش آراہی کہ ہے بے ساز و ساماں  
 اثر جس پر کرے کم پسند یاراں  
 کرے سینہ کشائی آہ جس کی  
 دو صد غم سوز اک اس کی آہ سوزاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حضورِ حق

(۱)

دل مابے دلاں بُردند و رفتند  
مثال شعلہ افسردند و رفتند  
بیایک لحظہ باعامان بیامینہ  
کہ خاصاں بادہ باخوردند و رفتند

وہ 'دل ہم بیدلوں کے لے اڑے ہیں  
مثال شعلہ بجھ کر رہ گئے ہیں  
کبھی ہم عامیوں میں بھی نکل آ!  
کہ خاصاں پی کے رخصت ہو چکے ہیں

سخن ہارفت از بود و نبودم  
من از خجالت لب خود کم کشودم  
بجود زندو مرداں می شناسی  
عیار کار من گیسرا از سجودم!

زبانِ خلق بھی کیا چل رہی تھی  
مگر میں نے زباں کھولی نہ اپنی  
کہ میرے زندہ سجدوں سے ہے ظاہر  
مرا اخلاص 'میرے دل کی گرمی!

دل من در کُشا و چون و چند است  
نگاہش از مہمہ و پرویں بلند است  
بدہ ویرانہ در دوزخ اورا!  
کہ این کافر بے خلوت پسند است

کُشا و چند و چوں میں دل ہے میرا  
نگہ ہے بر تر از اورج ثریا  
اُسے ویرانہ اک دوزخ میں دیدے  
کہ یہ کافر ہے تنہائی کا جو یا!

چہ شور است این کہ در آب و گل افتاد  
ز یک دل عشق را صد مشکل افتاد  
قرار یک نفس بر من حرام است  
بہ من رحمے کہ کارم با دل افتاد

عجب ہے شور میری آب و گل میں  
اس اک دل نے اٹھائے لاکھ تینے  
قرار یک نفس مجھ کو نہیں ہے!  
کہ مجھ کو آ پڑا ہے کام دل سے

جہاں از خود بروں آوردہ کیست؟  
 جالشس جلوہ بے پردہ کیست؟  
 مرا گوئی کہ از شیطان حذر کن  
 بگو با من کہ او پروردہ کیست؟

جہاں آخر ہے پیدا کردہ کس کا؟  
 ہے اسکا جلوہ بے پردہ کس کا؟  
 ترا کہنا ہے شیطان سے حذر کر  
 بتا مجھ کو وہ ہے پروردہ کس کا؟

(۲)

دل بے قید من در بیچ و تابے ست  
 نصیب من عتابے یا خطابے ست  
 دل ابلیس ہم نتوانم آزر د!  
 گناہ گاہ گاہ من صوابے ست

مرے دل کو ملی ہے نا صبوری  
 مری قسمت میں قربت ہمیکہ دوری؟  
 مجھے شیطان کا بھی ہے پاس خاطر  
 گناہ گاہ گاہ بھی ہے ضروری

صَبْنَتِ الْكَاسِ عَنِّ اُمِّ عَمْرٍو  
 وَكَانَ الْكَاسِ مَجْرَاهَا الْيَمِينَا!  
 اگر این است رسم دوستداری  
 بدیوارِ حرم زن جام و مینا

صَبْنَتِ الْكَاسِ عَنِّ اُمِّ عَمْرٍو  
 وَكَانَ الْكَاسِ مَجْرَاهَا الْيَمِينَا!  
 یہی ٹھہری جو رسم دوستداری  
 اٹھا کر پھینک دے سب جام و مینا

بخود پھینک دے دل اسیرند  
 ہمہ درد اندو درماں نا پذیرند  
 سجد از ماچہ می خواہی کہ شاہاں  
 خراجے از وہ ویراں نگیرند

اسیر در دل ہیں اہل حرماں  
 سہرا پا درد اور بے ذوق درماں  
 نہ کر سجدہ طلب ہم سے کہ سلطان  
 نہیں لیتے خراج دیہہ ویراں

۷  
رؤم راست کہ اور امنزلے نیست  
ازاں تنھے کہ ریزم حاصلے نیست  
من از غم ہانمی ترسم، و لیکن  
مدہ آن غم کہ شایان دلے نیست

خدا جانے کہاں ہے میری منزل  
مرا حاصل نہ جانے کب عیاں ہو  
غموں سے میں نہیں ڈرتا، و لیکن  
وہ غم دے دل کے بوشایان شاں ہوا

مئے من از تنگ جانان نگہ دار  
شراب پختہ از خامان نگہ دار  
شرد از نیستانی دور تر بہ  
بحاصان بخش و از عامان نگہ دار

تنگ بیجانہ یاروں سے بچا کر  
تھی دل بادہ خواروں سے بچا کر  
عطا خاصان مئے خانہ کو فرما  
مری مئے، خام کاروں سے بچا کر



ترا این کشمکش اندر طلب نیست  
 ترا این درد و داغ و تاب و تب نیست  
 ازاں از لامکاں بگر یسخم من  
 کہ آں جانالہ بائے نیم شب نیست

کشا کشش ہے نہ کچھ ذوق طلب ہے  
 نہ سوز و درد و داغ و تاب و تب ہے  
 بالآخر میں نے چھوڑا لامکاں کو  
 کہ نالے ہیں نہ آہ نیم شب ہے

زمن ہنگامہ وہ این جہاں را  
 دگر گوں کن زمین و آسماں را  
 ز خاک مادگر آدم بر انگیز  
 بکش این بندہ سودوزیاں را

بنا ہنگامہ پرور اس جہاں کو  
 دگر گوں کر زمین و آسماں کو!  
 کہ اس مٹی سے پیدا آدم نو  
 ہٹا اس بندہ سودوزیاں کو!

جہا نے تیرہ تر با آفتابے  
 صواب اور سراپا ناصوابے  
 ندانم تا کجا ویرانہ را  
 دہی از خون آدم رنگ و آہے

بجلی بھی ہے اس کی ظلمت آئیں  
 کہ سب یکساں ہیں اسکے تلخ و شیریں  
 نہیں معلوم یہ ویرانہ کب تک  
 رہے گا آدمی کے خون سے رنگیں!

غلام جز رضا سے تو بخویم  
 جز آں را ہے کہ فرمودی بنویم  
 و لیکن گر یہ میں ناداں بگوئی  
 خرے را اسپ تازی گو، نگویم

رضائیں تیری کوتاہوں جگرخوں  
 ترے ہی راستہ پر گامزن ہوں  
 مگر مجھ سے اگر تو چاہتا ہے  
 کہ خر کو اسپ تازی کہہ! نہ بولوں!

( ۳ )

دلے در سینہ دار مہے سر فر سے  
 نہ سوزے در کفِ خاکم نہ نور سے  
 بگمیر از من کہ بر من بارِ دوش است  
 ثوابِ این نمازِ بے حضور سے!

نہ تاب و تب نہ نور! استغفر اللہ  
 نہ کچھ سوز و سر فر! استغفر اللہ  
 ثواب اس کا تو مجھ پر بوجھ ہے اک  
 نمازِ بے حضور! استغفر اللہ

چہ گویم قصہ دین و وطن را  
 کہ نتوان فاش گفتن این سخن را  
 مرنج از من کہ از بے مہر می تو  
 بنا کردم ہمان دیر کہن را

کہوں کیا داستان دین و وطن کی  
 کہ اب طاقت نہیں مجھ میں سخن کی  
 تری بے مہر لیں سے عاجز آکر  
 بنا ڈالی اسی دیر کہن کی!

مسلمانوں کے در بندِ فرنگ است  
 دلش در دست او آساں نیاید!  
 ز سہائے کہ سودم بر در غیر  
 سجود بو ذرّہ و سلمان نیامید

یہ تہذیبِ فرنگی کا گرفتار  
 دل اسکے ہاتھ آئے کس طرح سے  
 در اغیار پر ٹھکتا ہو جو سر  
 سجود بو ذرّہ و سلمان نہ جانے

نخواہم ایں جہاں و آں جہاں را  
 مرا ایں بس کہ دائم رمز جاں را  
 سجود سے وہ کہ از سوز و سرورش  
 بوجد آرم زمین و آساں را

نہ اس دنیا نہ اُس دنیا کا خواہاں  
 کہ مجھ پر فاش ہیں اسرارِ پہناں  
 عطا کر مجھ کو وہ پر سوز سجدہ  
 کہ جھوم اٹھیں زمین و چرخِ گرداں

چہ می خواہی از میں مرد تن آسائے  
 بہر بادے کہ آمد رفتم از جائے  
 سحر جاوید را در سجدہ دیدم  
 بصبغش چہرہ شامم بیارائے

کرے کیا آہ! یہ مرد تن آساں  
 ہر اک جھونکے پہ ہو جاتا ہوں لرزاں  
 نظر آیا سحر سجدہ میں جاوید  
 ہو مری شام سے صبح اسکی رخاں

(۱۲)

بہ آں قوم از تو می خواہم کشادے  
 فقہش بے یقینے، کم سوادے  
 بے نادیدنی را دیدہ ام من  
 مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے

کشادے اس قوم کی چاہی ہے میں نے  
 کہ بے سوز یقین ہیں شیخ جس کے  
 بہت نادیدنی دیکھے مناظر  
 جہاں میں کاش پیدا ہی نہ ہوتے

نگاہ تو عتاب آلود تا چند  
بتان حاضر و موجود تا چند  
دریں بتخانه اولادِ براہیم  
نک پروردہ نرود تا چند

نگہ تیری عتاب آلود کب تک؟  
بتان حاضر و موجود کب تک؟  
بتا تو ہی کہ اولادِ براہیم  
نک پروردہ نرود کب تک؟

سرود رفتہ باز آید کہ ناید؟  
نسیمے از حجاز آید کہ ناید؟  
سر آمد روزگارِ این فقیرے  
دگر دانائے راز آید کہ ناید؟

سرود رفتہ پھر آئے نہ آئے؟  
کہ پھر بادِ حجاز آئے نہ آئے؟  
اب آپہو سچا ہے میرا وقتِ آخر  
پھر اک دانائے راز آئے نہ آئے؟

اگر می آید آں دانائے رازے  
 بدہ اورا نوائے دل گدازے  
 ضمیر امتاں رامی کند پاک  
 کلیمے یا حکیمے نے نوازے

اگر دانائے راز آجائے کوئی  
 تو پہو نچا دے نوا اس کو یہ میری  
 کہ کرتی ہے ضمیر امتاں پاک  
 بہ حکمت نے نوازی یا کلیمے!

(۵)

مترع من دل درد آشنائے ست  
 نصیب من فغان نارسائے ست  
 بنجاک مرقد من لالہ خوش تر  
 کہ ہم خاموش دہم خونیں نوائے ست

مری دولت دل درد آشنا ہے  
 مری قسمت فغان نارسا ہے  
 مرے مرقد پہ یہ لالہ ہے خوشتر  
 کہ ہے خاموش اور خونیں نوا ہے

دل از دستِ کسے بُردن نہ داند  
 غم اندر سینہ پروردن نہ داند  
 دم خود را دمیدی اندر آن خاک  
 کہ غیر از خوردن و مردن نہ داند

کسی کا تو نے دل لینا نہ سیکھا  
 غموں کو زندگی دینا نہ سیکھا  
 بجز اس خوردن و مردن کے تو نے  
 جہازِ زندگی کھینا نہ سیکھا

دلِ ما از کنارِ ما سپیدہ  
 بہ صورتِ ماندہ و معنی ندیدہ  
 ز ما آن راندہ در گاہِ خوش تر  
 حق اورا "دیدہ" و مارا "شنیدہ"

ہمارا دل تو ہم سے ہے رمیڈہ  
 کہ صورت میں ہے اور معنی ندیدہ  
 کہ ہم سے راندہ در گاہِ وہ اچھا  
 حق اس کا دیدہ اور اپنا شنیدہ



نہ داند جبرئیل اس ہائے و ہو را  
 کہ شناسد مقام جستجو را  
 پیرس از بندہ بے چارہ خویش  
 کہ داند نیش و نوش آرزو را

نہ سمجھے جبرئیل اس ہائے و ہو کو  
 وہ کیا جانے مقام جستجو کو!  
 ذرا پوچھ اپنے بندے سے کبھی تو  
 سرور نیش و نوش آرزو کو

شبے میں انجمن آراستم من  
 چومپہ از گردش خود کاستم من  
 حکایت از تغافل ہائے تو رفت  
 ولیکن از میاں برخاستم من

منور شب یہ کرتا جا رہا ہوں  
 مثال ماہ میں گھٹنے لگا ہوں  
 چلی تیرے تغافل کی حکایت  
 مگر میں درمیاں سے اٹھ چکا ہوں

چینیں دور آسماں کم دیدہ باشد  
 کہ جبریلِ امین را دل خراشد  
 چه خوش دیرے بنا کر دند آں جا  
 پرستد مومن و کافر تراشد

نہ دیکھا ہو گا دور ایسا فلک نے  
 کہ ہو جبریل کی بھی دل خراشی  
 ادھر مومن خراب بت پرستی  
 ادھر کافر ہے محبوبت تراشی

(۶)

عطا کن شورِ رومیؒ سوزِ خسروؒ  
 عطا کن صدق و اخلاصِ سنائیؒ  
 چناں بابت بندگی درسا ختم من  
 نہ گیرم گر مرا بخشے خدائیؒ

عطا کر شورِ رومیؒ سوزِ خسروؒ  
 عطا کر صدق و اخلاصِ سنائیؒ  
 کچھ اتنا مجھ میں سوزِ بندگی ہے  
 نہ لوں گر تو مجھے بخشے خدائیؒ

( ۷ )

مسلمانا فاقہ مست و ترندہ پوش است  
 ز کارش جبرئیل اندر خروش است  
 بیا نقش دگر ملت بہ ریزم!  
 کہ این ملت جہاں را بار دوش است

خروشنده ہے جبرئیل امیں بھی  
 مسلمانا فاقہ مست و خوار ہے اب  
 اٹھ اک نقش دگر رکھیں کہ یہ قوم  
 جہاں کے دوش پر اک بار ہے اب

دگر ملت کہ کارے پیش گیرد  
 دگر ملت کہ زرش از نیش گیرد  
 نگر دو با یکے عالم رضا مند  
 دو عالم را بدوش خویش گیرد

نئی اک قوم جو مست عمل ہو  
 کہ جس کو زہر بھی تریاک اثر ہو  
 نہ ہو جو ایک عالم پر رضا مند  
 دو عالم کو لئے جو دوش پر ہو!

دگر قوے کہ ذکرِ لا الہش  
 بو آرد از دلِ شب صبح گاہش  
 شناسد منزلش را آفتابے  
 کہ ریگِ کہکشاں روید زراہش

وہ ملت جس کے ذکرِ لا الہ سے  
 سویرا اک دلی شب سے عیاں ہو  
 کہ جس کی آفتابوں میں ہو منزل  
 پڑی قدموں میں ریگِ کہکشاں ہو

— ( ۸ ) —

جہانِ تست در دستِ خستے چند  
 کسانِ او بہ بندِ ناکسے چند  
 ہنرور در میان کارگاہاں  
 کشد خود را بہ عیش کرگسے چند

جہاں تیرا ہے کم ظرفوں کے بس میں  
 لئے بیٹھے ہیں جس کو چند ناکس  
 ہنرور ہے یہاں وہ مردِ مظلوم  
 چبا جاتے ہیں جس کو چند کرگس

مرید سے فاقہ مستے گفت بایشخ  
 کہ یزداں رازِ حالِ ما خبر نیست  
 بہ مانند یک تر از شہ رگِ ماست  
 ولیکن از شکم نزدیک تر نیست

مریدِ فاقہ مست اک کہہ رہا تھا  
 کہ یزداں سخت بے پروا ہے ہم سے  
 اگرچہ ہے وہ شہ رگ سے بھی نزدیک  
 نہیں نزدیک تر، لیکن، شکم سے

(۹)

دگرگوں کشورِ ہندوستان است  
 دگرگوں این زمین و آسمان است  
 مجوازا ما نمازِ پنجگانہ !  
 غلاماں راصف آرمی گران مست

دگرگوں کشورِ ہندوستان ہے  
 دگرگوں یہ زمین و آسمان ہے  
 پڑھیں کیونکر نمازِ پنجگانہ  
 غلاموں کو صف آرا دی گراں سے

زِ محکومی مسلمان خود فروش است  
 گرفتارِ طلسمِ چشم و گوش است  
 زِ محکومی رنگاں در تن چنان است  
 کہ مارا شرع و آئین بار دوش است

غلامی سے ہے مومن بے دل و دین  
 گرفتارِ طلسم و ہم رنگیں  
 بتایا ہم کو جس نے اتنا کاہل  
 کہ ہے اک بوجھ ہم پر شرع و آئین

————— (۱۰) —————

یکے اندازہ کن سود و زیاں را  
 چو جنت جاودانی کن جہاں را  
 نہی بینی کہ ما خاکی نہادان  
 چہ خوش آراستیم این خاکدان را

ذرا اندازہ سود و زیاں کر !  
 جہاں کو مثل جنت جاوداں کر  
 سنواری ہے یہ دینا ہم نے کیسی  
 نظر تو اسے خدا سے دو جہاں کر

تومی دانی حیات جاوداں چیت  
 نہی دانی کہ مرگ ناگہاں چیت  
 ز اوقات تو یک دم کم نہ گردد  
 اگر من جاوداں باشم زیاں چیت

تجھے حاصل حیات جاودانی  
 کبھی دیکھی نہ مرگ ناگہانی  
 ترا نقصاں ہی کیا تھا اس میں آخر  
 اگر یارب! نہ ہوتا میں بھی فانی

(۱۱)

بہ پایاں چوں رسد این عالم پیر  
 شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر  
 مکن رسوا حضورِ خواجہ مارا  
 حساب من ز چشم او ہنماں گیر

فما جس وقت ہوگا عالم پیر  
 عیاں جب ہوگی ہر پوشیدہ تقدیر  
 مکرنا پیشِ خواجہ ہم کو رسوا  
 چھپانا اس کی نظروں سے یہ تصویر

بدن و اما ند و جانم در تگ و پوست  
 سوئے شہرے کہ بطلما در رد اوست  
 تو باش این جا و با خاصاں بیامیز  
 کہ من دارم ہوائے منزل دوست

بدن ہے خستہ اور جاں میں لسی ہے  
 وہ نگرئی جس کے رستے میں ہے بطلما  
 خوشی سے اپنی محفل تو سجالے  
 مجھے تو دوست کا اپنے ہے سودا

۱ یعنی مدینہ منورہ ۲۷ مکہ معظمہ



# حضورِ رسالت

”ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر  
 نفس گم کردہ میں آید جنیدؒ و بایزیدؒ میں جا“  
 (عزت بخاری)

ادب گاہی ہے یہ زیرِ آسماں خود عرش سے نازک  
 جنیدؒ و بایزیدؒ اکثر یہاں دم سادھے آتے ہیں

# حضور رسالت

(۱)

الایا خیمگی خیمہ فر و ہل  
 کہ پیش آہنگ بیروں شد ز منزل  
 خرد از راندن محمل فرو ماند  
 زمام خویش دادم در کفِ دل

اٹھائے خیمہ نشیں! اب چھوڑ خیمہ  
 کہ کب کی چھوڑ دی رہبر نے منزل  
 زمام اپنی تھما دی میں نے دل کو  
 خرد سے چل نہیں سکتا یہ محل

نگاہے داشتتم بر جوہرِ دل  
 پتیدم، آرمیدم در بردِ دل  
 رمیدم از ہوائے قریہ و شہر  
 بہ بادِ دشت واکردم درِ دل

کیا میں نے نشیمن اپنے دل میں  
 نگہ میری ہے سوئے جوہرِ دل  
 نہ راس آئی یہ بادِ قریہ و شہر  
 ہوائے دشت پر کھولا درِ دل

مداغم دل شہید جلوہ کیست  
 نصیب او قرار یک نفس نیست  
 بصر ابردمش افسردہ تر گشت  
 کنار آب جوئے، زار بگریست

یہ دل بھی ہے شہید جلوہ کس کا؟  
 قرار اک پل کو بھی اس نے نہ دیکھا  
 کنار آب جوئے ہے اشک افشاں  
 تو ہو جاتا ہے صحرا میں فسرده!

میرس از کاروان جلوہ متاں  
 ز اسباب جہاں بر کندہ دستاں  
 بجانِ شاں ز آوازِ جس شور  
 چو از موجِ نیے در نیستاں

عجب ہے جلوہ مستوں کا بھی عالم  
 جہاں سے ہیں سدا جو ہاتھ اٹھائے  
 یہ آوازِ جس ہے اُن کے حق میں  
 نیستاں سے صبا جطر ح گزرے

بہ ایں پیری رہے یثرب گری فتم  
 نوا خواں از سرور عاشقانہ  
 چو آں مرغی کہ در صحرا سیر شام  
 کشاید پر بہ فکر آشیانہ

بہ ایں پیری رواں ہوں سو یثرب  
 نوا گر ہے سرور عاشقانہ  
 بوقت شام جیسے کوئی طائر  
 کرے صحرا میں فکر آشیانہ

(۲)

گناہ عشق و مستی عام کردند  
 دلیل بختگان را خام کردند  
 بہ آہنگِ حجازی می سرایم  
 نخستین بادہ کاندہ جام کردند

گناہ عشق و مستی کر دیا عام  
 دلیل بختگان ثابت ہوئی خام  
 حجازی لئے میں ہوں میں نغمہ پیرا  
 اسی مئے سے ہے روشن یہ سرا جام

چہ پرسی از مقاماتِ نواہم  
 ندیاں کم شناسند از کجا ہم  
 کشادہم زخمتِ خود را اندریں دشت  
 کہ اندر خلوتش تنہا سرایم

عجب کچھ یہ مقاماتِ نواہیں  
 نہ سمجھایہ کسی نے میں کہاں ہوں  
 اسی صحرا میں ڈالا میں نے ڈیرا  
 اسی کی خلوتوں میں نغمہ خواں ہوں

(۳۷)

سحر بانا کہ گفتم نزم تر رو  
 کہ راکب خستہ بیمار و پیر است  
 قدم مستانہ زد چنداں کہ گوی  
 بہ پایش ریگ این صحرا حریر است

کہا نا کہ سے میں نے نزم تر چل  
 کہ راکب ہے ترا بیمار و بے کل  
 قدم مستانہ یوں رکھا کہ گویا  
 تہہ پار بیت ہے اک فرشِ محل

مہار اے سارباں اؤر انا شاید  
 کہ جان اوچو جان ما بھیرا است  
 من از موج خرامش می شناسم  
 جو من اندر طلسمِ دل اسیر است

مہار اے سارباں! کیوں اسکو آخر  
 مری صورت ہے روشن جان اس کی  
 ہویدا چال سے ہے؛ میری مانند  
 گرفتارِ طلسمِ دل ہے وہ بھی!

نم اشک امت در چشم سیاہش  
 دلم سوز دز آہ صبح گاہش!  
 ہمان مئے کو ضمیرم را برا فروخت  
 پیایے ریزد از موج نگاہش

نم اس کی آنکھ میں ہے اور مراد دل  
 ہے سوزاں اس کی آہ صبح گاہ سے  
 وہی مئے جس سے روشن ہے مراد دل  
 مسلسل گر رہی ہے اُس نگہ سے!

(۴)

چہ خوش صحرا کہ دروے کارواں ہا  
 دروے خواند و محل براند  
 بریگ گرم او اور سجودے  
 جبیں را سوز تا داغے بماند

خوشا یہ دشت جس سے ہو کے ہر دم  
 گذرتے رہتے ہیں محل ثنا خواں  
 کہ اس تپتے ہوئے صحرا میں سجدے  
 کہ رہ جائے جبیں پر داغ سوزاں!

چہ خوش صحرا کہ شامش صبح خداست  
 شبش کوتاہ و روز او بلند است  
 قدم اے راہرو! آہستہ تر نہ  
 چو ماہر ذرہ او درد مند است

یہاں کی شام بھی رشکِ سحر ہے  
 دراز اس کا ہے دن، شب مختصر ہے  
 قدم اے راہرو! آہستہ رکھنا  
 مری صورت دکھی ہر رہ گذر ہے

( ۵ )

امیر کارواں! آلِ اعجمی کیست؟  
 سرودِ او بہ آہنگِ عرب نیست  
 زنداںِ نغمہ کز سیرابی او  
 خنک دل در بیابانے تو ان زلیست

امیر کارواں! ہے کون یہ شخص؟  
 حجازی لئے نہیں اس اعجمی کی  
 بیابانوں میں اس کے زمزموں سے  
 پہونچتی ہے دلوں کو کتنی مٹھنکی!

مقامِ عشق و مستی منزلِ اوست  
 چہ آتش ہا کہ در آب و گلِ اوست  
 نوائے او بہ ہر دل سازگار است  
 کہ در ہر سینہ قاشے از دلِ اوست

مقامِ عشق و مستی اس کی منزل  
 کہ آتش بار اس کی آب و گل ہے  
 ہر اک دل ہے نوا کا اس کی مشاق  
 ہر اک سینہ میں اس کی قاشِ دل ہے



(۶)

غم پہنہاں کہ بے گفتن عیان است  
 چو آید بر زباں یک داستان است  
 رہے پر پیچ و راہی خستہ وزار  
 چراغش مردہ و شب در میان است

غم پہنہاں بہ ہر صورت عیاں ہے  
 زباں پر آئے تو اک داستان ہے  
 کہ رہے پر پیچ ہے اور خستہ راہی  
 دیا خاموش اور شب درمیاں ہے



بہ راغاں لالہ رست از نو بہاراں  
 بہ صحرا خیمہ گستر دند یاراں  
 مرا تنہا نشستن خوشتر آید  
 کنار آب جوئے کو ہساراں

بہاروں کے اڑے ہر سو پھر میرے  
 بیابانوں میں ڈالے سب تے ڈیرے  
 اکیلے بیٹھنا جا کر لب جو  
 پسند آیا ہے لیکن دل کو میرے



(۷)

گئے شعرِ عراقی را بخوانم  
 گئے جامی زند آتش بجانم  
 ندانم گرچہ آہنگِ عرب را  
 شریکِ نعمہ ہائے ساربانم

عراقی کا کبھی افسانہ خواں ہوں  
 کبھی جامی سے میں آتش بجاں ہوں  
 نہ جانا گرچہ آہنگِ عرب کو  
 شریکِ نعمہ ہائے سارباں ہوں



غمِ راہی نشاط آمیز تر کن  
 فغانش راجنوں انگیز تر کن  
 بگیراے سارباں راہِ درازے  
 مرا سوزِ جدائی تیز تر کن

غمِ راہی نشاط آمیز کر دے  
 فغاں اُس کی جنوں انگیز کر دے  
 چلا چل دوز کے رستہ سے زہر  
 مرا سوزِ جدائی تیز کر دے

(۸)

بیا اے ہم نفس باہم بنا لیم  
 من و تو کشتہ شانِ جمالیم  
 دو حرفے بر مرادِ دل بگویم  
 بیائے خواجہ چشماں را بما لیم

اٹھا اے ہمدم کہ باہم مل کے رو میں  
 کہ ہم شانِ جمالی پر فدا ہیں  
 کہیں دو حرف میں افسانہ دل  
 ملیں سرکار کے تلووں سے آنکھیں!



حکماں را بہا کمتر نہا دند  
 بنا داں جلوہ مستانہ دادند  
 چہ خوش بختے چہ خرم روزگارے  
 در سلطان بدرویشے کشادند

خرد مندوں سے مطلب ہی نہ رکھا  
 دکھایا جلوہ نادانوں کو اپنا  
 یہ خوش بختی یہ خوش وقتی ہماری  
 در سلطان ہوا درویش پروا!



جہان چار سو اندر بر من  
 ہوائے لامکاں اندر سر من  
 جو بگڑ شتم ازیں بام بلندے  
 چو گرد افتاد پرواز از پر من

جہان چار سو ہے میرے اندر  
 ہوائے لامکاں ہے میرے سر میں  
 چھٹی جب مجھ سے یہ بالانشینی  
 رہی طاقت نہ میرے بال و پر میں

دریں وادی زمانی جاودانی  
 ز خاکش بے صور روید معانی  
 حکیمان با کلیماں دوش بردوش  
 کہ این جاکس نگویند ترا نی

زمانی بھی یہاں ہے جاودانی  
 یہاں بے حرف پیدا ہیں معانی  
 خرد مند اور دیوانے ہیں ہمدوش  
 نہیں لب پر کسی کے "لن ترانی"

(۹)

مسلمانوں میں فقیر کج کلام ہے  
 رمید از سینہ او سوزِ آہ ہے  
 دلش نالد، چرانالد؟ نہ داند!  
 نگاہ ہے! یا رسول اللہ! نگاہ ہے!

مسلمانوں میں اس فقیر کج کلام کے  
 گیا سینے سے سوزِ آہ دیکھو  
 دل اس کا رو رہا ہے، کیوں؟ نہ جانے  
 نظر ہو یا رسول اللہ، نظر ہو!



تب و تابِ دل از سوزِ غمِ تست  
 نوائے من ز تاثیر دمِ تست  
 بنا لم زانکہ اندر کشورِ ہند  
 ندیدم بندہ کو محرمِ تست

یہ تاب و تاب ہے تیرے غم کی تنویر  
 نوا میری، نفس کی تیرے تاثیر  
 مجھے غم ہے، ترا ہندوستان میں  
 کوئی محرم نہیں ہے، وائے تقدیر!



شبِ ہندی غلاماں را سحر نیست  
 بہ این خاک آفتابے را گذر نیست  
 بہ ما کن گوشہ چشمے کہ در شرق  
 مسلمانے ز ما بیچارہ تر نیست

ہماری شب سحر پرور نہیں ہے  
 کہ اس پر پر تو خاور نہیں ہے  
 نظر ہوا کہ اب مشرق میں ہوا  
 کوئی ہم سے پریشاں تر نہیں ہے



چہ گویم زان فقیرے درد مندے  
 مسلمانے بگو ہر ارج مندے  
 خدا این سخت جاں رایار بادا!  
 کہ افتاد است از بام بلندے

کہوں کیا اُس کا حال احوال کیا ہے  
 مسلمان جس کی منزل گبریا ہے  
 خدا حافظ ہے اب اس سخت جاں کا  
 بڑی اونچائی سے وہ گر پڑا ہے

چساں احوالِ اؤر ابر لب آرم  
 تومی بینی نہان و آشکارم  
 ز رُو دادِ دو صد سالش ہمیں بس  
 کہ دل چون کندہ قصاب دارم

کہوں کیا اس کا احوال اس کی مشکل  
 سب اپنا حال ہے تیرے مقابل  
 یہی رُو دادِ دو سو سال کی ہے  
 کہ مثل کندہ قصاب ہے دل!

ہنوز ایں چرخ نیلی کج خرام است  
 ہنوز ایں کاروں دور از مقام است  
 ز کارِ بے نظامِ او چہ گویم  
 تومی دانی کہ ملت بے امام است

ابھی یہ چرخ کج رفتار ہی ہے  
 نظر میں گردِ منزل بھی نہیں ہے  
 میں کارِ بے نظام اس کا کہوں کیا  
 امام اس قوم کا کوئی نہیں ہے

○  
 مانند آن تاب و تب در خونِ نابش  
 نروید لاله از کشتِ خرابش  
 نیامِ او تہی، چوں کیسہٴ او  
 بطاقِ خانہٴ ویراں، کتابش

ہیں وہ تاب و تب اس کے لہو میں  
 کہ ہے بے حاصل اُس کی کشتِ ویراں  
 نیام اس کی تہی ہے، جیبِ خالی  
 رہا قرآن، سوزیبِ طاقِ ویراں

○  
 دلِ خود را اسیرِ رنگ و بو کرد  
 تہی از ذوق و شوق و آرزو کرد  
 صغیرِ شاہبازاں کم شناسد  
 کہ گوشش با طنینِ پشہ خو کرد

نہ اس کے دل کو حاصل ہے گھلاوٹ  
 نہ شوق و آرزو کی کپکپا ہٹ  
 وہ کیا جانے صغیرِ باز، جس کو  
 خوش آئے مچھروں کی بھنبھناہٹ





بروئے او درِ دل ناکشادہ  
 خودی اندر کفِ خاکش نزارادہ  
 ضمیر او تہی از بانگِ تکبیر  
 حریم ذکر او از پافتادہ

نہ دل ہی اُس کے سینہ میں ہے بیدار  
 نہ وہ خود خود شناس و خود نگہ دار  
 ضمیر اس کا تہی اللہ ہو سے  
 حریم ذکر، جیسے گرتی دیوار!



گریباں چاک و بے فکرِ فوزیت  
 نمی دانم چہاں بے آرزو زلیست  
 نصیب اوست مرگِ ناتمانے  
 مسلمانے کہ بے اللہ ہو زلیست

گریباں چاک و بے فکرِ فوزیت  
 نہ جانے کس طرح بے آرزو ہے  
 ہے مرگِ ناتمام اس کا مقدر  
 مسلمان جو کہ بے اللہ ہو ہے



حق آلِ دہ کہ مسکین واسپہراست  
 فقیر و غیرتِ او زود مپہراست  
 بروئے او درِ مئے خانہ بستند  
 دریں کشورِ سماں تثنہ مپہراست

حق اس کا دئے وہ ہے مسکین و محکوم  
 فقیر اور اسکی غیرت جاں بہ لب ہے  
 درِ مئے خانہ اس پر واہنیں ہے  
 اب اس کشور میں ہوں تثنہ لب ہے



دگر پاکیزہ کن آب و گل او  
 جہانے آفریں اندر دل او!  
 ہوا تیز و بدامانش دوصد چاک  
 بیندیش از چراغِ بسمل او

کر اس کی آب و گل کو پاک و طاہر  
 جہاں پیدا کر اس کے دل کے اندر  
 ہوا بھی تیز ہے دامن بھی صد چاک  
 چراغِ بسمل اس کا رکھ بچا کر!

○  
 عروسِ زندگی در خلوتش غیر  
 کہ دارد در مقامِ نیستی سیر  
 گنہ گارِ است پیش از مرگ در قبر  
 نکیرش از کلیسا منکر از دیر!

عروسِ زندگی اس کے لئے غیر  
 مقامِ نیستی میں اس کی ہے سیر  
 کہ ہے وہ زندہ در گوراب، جہاں ہیں  
 کلیسا کے نکیر اور منکر دیر!

○  
 بہ چشم او نہ نور و نئے سرور است  
 نہ دل در سینہ او ناصبور است  
 خدا آں اُمتتے رایار بادا!  
 کہ مرگ او ز جان بے حضور است

نہ اس کا دیدہ بے نم ہے روشن  
 نہ اُس کے دل کو حاصل ناصبوری  
 اب اس امت کا حافظ ہے خدا ہی  
 کہ اس کی موت ہے یہ بے حضور ہی

○  
 مسلمان زادہ و نا محرم مرگ  
 زنییم مرگ لرزاں تادم مرگ  
 دلے در سینہ چاکش نہ دیدم  
 دم بگستہ بودو غم مرگ

مسلمان زادہ اور نا محرم مرگ  
 ہر اسان مرگ سے ہے تادم مرگ  
 نہ دیکھا میں نے دل سینہ میں اُس کے  
 دم اک الجھا ہوا سا اور غم مرگ

○  
 ملوکیت سراپا شیشہ بازی است  
 از و ایمن نہ رومی نے حجازی است  
 حضور تو غم یاراں بگویم  
 بامیہ دے کہ وقتِ دلنوازی است

ملوکیت سراپا شیشہ بازی

اماں میں جس سے رومی نے حجازی

سناتا ہوں بڑے دکھ سے غم اپنے

کہ مولاً ہے یہ وقتِ دلنوازی

○  
 تِن مردِ مسلمان پائیدار است  
 بنائے پیکر او استوار است  
 طبیبِ نکتہ رس دید از نگاہش  
 خودی اندر و جو دشِ عرشِ دار است

تِن مومن ہے فولادِ محکم  
 بنائے پیکر اس کی سخت و محکم  
 طبیبِ نکتہ رس یہ کہہ رہا ہے  
 کہ ہے اس کی خودی میں عرشِ بہیم

○  
 مسلمان شرمسارِ بے کلا ہی است  
 کہ دینش مرد و فقرش خانقاہی است  
 تو دانی در جہاں میراثِ ما چہیست  
 گلیمے از قماشِ پادشاہی است

مسلمان شرمسارِ بے کلا ہی  
 کہ فقر و دین ہیں اُس کے خانقاہی  
 گلیم اک ہے وہی میراثِ اپنی  
 کہ ہے جس میں قماشِ پادشاہی!

○  
 پیرس ازمین کہ احوالش چنان است  
 زمینش بد گہر چوں آسمان است  
 بر آں مرغی کہ پروردی بہ انجیر  
 تلاش دانہ در صحرا گراں است

کہوں کیا، اس کا سب احوال عیاں ہے  
 زمین ہے سخت اور دور آسمان ہے  
 پلے انجیر پر جو طائر اس کو  
 تلاش دانہ صحرا میں گراں ہے

○  
 بہ چشمش وا نمودم زندگی را  
 شودم نکتہ فردا ودی را  
 تو اں اسرارِ جاں را فاش تر گفتم  
 بدہ نطق عرب این اعجمی را

دکھایا اس کو جلوہ زندگی کا  
 کیا فاش اس کے ہر فردا ودی کو  
 اب اس پر سترِ جاں بھی فاش کر دوں  
 ملے نطق عرب اس اعجمی کو



مسلمان گرچہ بے خیل و سپاہے ست

ضمیر او ضمیر پادشاہے ست

اگر اورا مقامشس باز بخشند!

جمال او جلال بے پناہے است

مسلمان گرچہ بے خیل و سپاہے

ضمیر اس کا ضمیر پادشاہے

مقام اس کا اگر پھر اس کو مل جائے

جمال اس کا جلال بے پناہے



متارے شیخ اساطیر کہن بوڈ

حدیث او ہمہ تخمین و وطن بوڈ

ہنوز اسلام او زنار داراست

حرم چوں دیر بوڈ او برہمن بوڈ

متارے شیخ دستور کہن ہے

حدیث اس کی فقط تخمین و وطن ہے

کہ ہے زنار بردار اس کا اسلام

حرم اک دیر ہے وہ برہمن ہے



دگرگوں کرد لادینی جہاں را  
 ز آثارِ بدن گفتند جاں را  
 از اں فقرے کہ با صدیق دادی  
 بشورے آور ایں آسودہ جاں را

تہہ کرتی ہے لادینی جہاں کو  
 بدن کو دیکھ کر پہچان جاں کو  
 ہوا تھا جو عطا صدیق کو فقر  
 اسی سے تمنا دے میری جاں کو



حرم از دیرگیر درنگ و بوئے  
 بت ما پیرکِ ثرولیدہ موئے  
 نیابی دربرِ ماتپیرہ بختاں  
 دلے روشن ز نورِ آرزوئے

حرم بھی دیر آئیں ہے کہ ہم کو  
 عقیدت ہے ہر اک ثرولیدہ موئے  
 وہ دل ہم تیرہ بختوں نے نہ پایا  
 کہ جو روشن ہے نورِ آرزوئے



فقیراں تا بہ مسجد صفا کشیدند  
 گریبانِ شہنشاہاں دریدند  
 جو آں آتش دروین سینہ افسرد  
 مسلماناں بدرگاہاں خریدند!

رہے جب تک کہ مسجد میں صفا آرا  
 بہادہ بادشاہوں کا اُتارا!  
 مگر جب بجھ گئی سینوں میں وہ آگ  
 تو ڈھونڈا جا کے درگاہوں سے چارا!

مسلماناں بخویشاں درستیہ اند  
 بہ جز نقشِ دوی بردل نہ رینند  
 بنا لندار کے خستے بگیرد  
 اتران مسجد کہ خود ازو سے گبرنہ رند

فقط نقشِ دوی ہے اُن کے دل پر  
 مسلمان جو ہیں آپس میں ستیہ اند  
 ہلانے دیں نہ اُس مسجد کی اک اینٹ  
 کہ جس مسجد سے ہیں وہ خود گریزاں

جبیں را پیش غیر اللہ سو دیم  
 چو گہراں در حضور او سرودیم  
 نتالم از کسے، می نالم از خویش  
 کہ ما شایانِ شانِ تو نہ بودیم

جبیں فرسا ہیں غیر اللہ کے آگے

جلو میں اس کی ہیں مدح مجسم

کسی سے کیوں خود اپنوں سے ہوں <sup>نالوں</sup>

تیرے شایانِ شان ہرگز نہیں ہم

بہ دستِ مئے کشاں خالی ایباغ است

کہ ساقی را بہ بزمِ من فراغ است

نگہ دارم دروینِ سینہ آہے

کہ اصلِ او زِ دودِ آں چراغ است

تہی ہر ایک جا م میکشاں ہے

کہ ساقی کو بھی یک گونہ اماں ہے

مرے سینہ میں ہے محفوظ وہ آہ

کہ بس "اس شمع" سے جس کا دھنواں ہے



سبوتے خانقاہاں خالی از مئے  
 کند مکتب رہ طے کردہ راطے  
 بزیم شاعران افسردہ رفتم  
 نواہا مردہ افتد بیروں از نے

سبوتے خانقہ میں بھی نہیں مئے  
 اسی اک رہ پہ مکتب چل رہا ہے  
 یہ بزیم شاعران! استغضر اللہ  
 نوائے مردہ سے لبریز ہے نے



مسلمانم غریب ہر دیارم  
 کہ با این خاکداں کارے ندارم  
 بہ این بے طاقتی در بیج و تاہم  
 کہ من دیگر بخیر اللہ دوچارم

مسلمان ہوں غریب غزنی ورے  
 مجھے اس خاکداں سے کام کیا ہے  
 بہ این بے طاقتی بھی میں ہوں پچاں  
 کہ غیر اللہ ہیں پھر میرے در پے

بہ آں بالے کہ بخشیدی پریدم  
 بہ سوزِ نغمہ ہائے خودتپیدم  
 مسلمانے کہ مرگ ازو سے پلرزد  
 جہاں گردیدم و اؤرا ندیدم

کرم سے تیرے دیکھی میں نے دنیا  
 خود اپنے سوزِ نغمہ سے جل اٹھا  
 مسلمان جس کے لرزاں ہوا جل بھی  
 بہت ڈھونڈا مگر اس کو نہ دیکھا

شبے پیشِ خدا بگریستم زار  
 مسلماناں چرا زار اند و خوار اند  
 ندا آمد نمی دانی کہ این قوم  
 دلے دارند و محبوبے ندارند

کہا میں نے یہ رورو کر خدا سے  
 مسلمان کس لئے ہیں خوار و معتوب  
 ندا آئی کہ وہ رکھتے تو ہیں دل  
 مگر ان کا نہیں ہے کوئی محبوب

نگویم از قروقالے کہ بگزشت  
 چه سو و از شرح احوالے کہ بگزشت  
 چراغے داشتیم در سینہ خویش  
 فسر و اندر دو صد سالے کہ بگزشت

کہوں کیا داستانِ عہد رفتہ  
 کہ جو گذری اب اس کا ذکر کیا ہے  
 چراغ اک سینہ میں رکھتا ہوں میں بھی  
 کہ دو سو سال میں جو بجھ چکا ہے

نگہبانِ حرم معارفِ دیر است  
 یقینش مردہ و چشمش بغیر است  
 ز اندازِ نگاہِ او تو اں دید  
 کہ نومید از ہمہ اسبابِ خیر است

نگہبانِ حرم ہے بتکدہ گر  
 یقین ہے مردہ، مطلب غیر ہے  
 عیاں ہے اس کے اندازِ نظر سے  
 کہ نا اُمید روح خیر سے ہے

ز سوزِ این فقیرِ رہ نشینے  
 بدہ اورا ضمیرِ آتشینے  
 دلش را روشن و پائندہ گرداں  
 ز امیدے کہ زاید از یقینے!

قبول اب یہ دعائے رہ نشین کر  
 عطا اسکو ضمیرِ آتشین کر!  
 دل اس کا روشن و پائندہ فرما  
 عنایت اس کو امید و یقین کر!

گجے ا فتم گے مستانہ خیزم  
 چہ خوں بے تیغ و شمشیرے بریزم  
 نگاہِ التفاتے بر سرِ بام  
 کہ من با عصرِ خویش اندرستیزم

عجب خوں ریز بے تیغ و سناں ہوں  
 رواں سستی میں ہوں افتاں و خیزاں  
 نگاہِ التفات اک مجھ پہ ہو جائے  
 کہ میں ہوں عصرِ حاضرے ستیزاں



مراتنہائی و آہ و فغاں بہ!

سوئے یثرب سفر بے کارواں بہ  
کجا مکتب، کجا میخانہ شوق

تو خود فرما! مرا میں بہ کہ آں بہ

پسند آیا ہے مجھ کو گریہ شب

تن تنہا رواں ہوں سوئے یثرب

کہاں مکتب، کہاں مئے خانہ شوق

بتا تو ہی، مجھے ہے کس سے مطلب!



پریدم در فضا سے دل پذیرش

پر م ترگشت از ابرِ مطیرش

حرم تا در ضمیر من فرورفت

سردم آں چہ بود اندر ضمیرش

مری پرواز ہے اس کی فضا میں

مرے پر تر ہیں اس کے ابر تر سے!

اتر آیا حرم یوں میرے دل میں

نوا خواں ہوں ضمیر و دل سے اُس کے



بہ آں رازے کہ گفتم پے نبردند  
 ز شاخ نخل من خرما نخوردند  
 من اے میرا مُم داد از تو خواہم  
 مرا یاراں غزل خوانے شمر دند!

نہ چکھا بھل کوئی میرے شجر کا  
 کھلا ان پر نہ کوئی رازِ پنہاں  
 اب اے میرا مُم دے داد تو ہی  
 مجھے یاروں نے سمجھا ہے غزل خواں



نہ شعر است این کہ بروے دل بہادم  
 گرہ از رشتہ معنی کشادم  
 بہ امیدے کہ اکیرے زند عشق  
 بس این مفلساں راتا بادم

نہیں چکے یہ شعر و شاعری کے  
 سب اسرارِ معانی میں نے کھولے  
 چمک تا عجبے کو ان کے دے رہا ہوں  
 کہ شاید عشق اسے اکیر کر دے



تو گفתי از حیاتِ جاوداں گوئے  
 بگوششِ مردہٗ بیغامِ جاں گوئے  
 ولے گویند این ناحق شناساں  
 کہ تاریخ و فاتِ این دآں گوئے

کہا تو نے تو مجھ سے رُمز جاں کہہ  
 کوئی رازِ حیاتِ جاوداں کہہ  
 مگر کہتے ہیں یہ ناحق شناساں  
 کہ تاریخ و فاتِ این دآں کہہ

رخم از درو پہناں ز عفرانی  
 تراود خوں ز چشمِ ارغوانی  
 سخن اندر گلوئے من گرہ بست  
 تو احوالِ مرا ناگفتہ دانی!

مرا چہرہ ہے غم سے زعفرانی  
 لہو سے آنکھ میری ارغوانی  
 سخن میرے گلے میں پھنس گیا ہے  
 جو کیفیت ہے میری کس نے جانی

زبانِ ماغریباں از نگاہِ ہیست  
 حدیثِ دردمنداں اشکِ آہیست  
 کشادم چشم و برستم لبِ خویش  
 سخن اندر طریقِ ماگنا ہیست

گنہ ہے یاں زباں کا کھولنا بھی  
 حدیثِ اہلِ دردِ اشکِ و فغاں ہے  
 نظر گویا، زبانِ خاموش، یعنی  
 نگہ ہی ہم غریبوں کی زباں ہے

خودی دادم ز خود نامحر می را  
 کشادم در گِلِ او ز مز می را  
 بدہ آن نالہ گر می کہ از و سے  
 بسوزد جز غم دیں ہر غم می را

کیا میں نے خودی کا اس کو محرم  
 کیا مٹی میں اسکی جاری ز مز م  
 وہ آہِ گرم عطا کر اس کو جس سے  
 جلا دے جز غم دیں وہ ہر اک غم!



درون ما بجز دودِ نفس نیست  
 بجز دستِ تو مارا دسترس نیست  
 وگرا فسانہٴ غم با کہ گویم  
 کہ اندر سینہ با غیر از تو کس نیست

دھرا کیا ہے بجز دودِ نفس یاں  
 تجھی تک ہے ہماری دسترس بھی!  
 سناؤں اب کسے افسانہٴ غم  
 کہ جز تیرے نہیں سینہ میں کوئی!



غریبے درد مندے، نے نوازے  
 ز سوزِ نغمہٴ خود در گدازے  
 تومی دانی چہ می جوید، چہ خواہد  
 دلے از ہر دو عالم بے نیازے

یہ میری درد مندی، نے نوازی  
 میرے نغمات کی یہ خود گدازی  
 کہ ہے مولا تلاش اس دل کی جھکا  
 دو عالم سے ہو جس میں بے نیازے

○  
 نم و رنگ از دم باد سے بخویم  
 ز فیض آفتاب تو بر خویم  
 نگاہم از مہر و پرویں بلند است  
 سخن را بر مزاج کس نگویم

ترے سورج کی ضو سے بڑھ رہا ہوں  
 نہیں محتاج میں بادِ صبا کا  
 نگہ میری بلند از ماہ و پرویں  
 سخن میرا نہیں تابع کسی کا

○  
 در آں دریا کہ اور اسما حلی نیست  
 دلیل عاشقاں غیر از دلے نیست  
 تو فرمودی رہ بطنی اگر فتیم  
 و گرنہ جز تو مارا منزلے نیست

نہیں ہے کوئی جس دریا کا ساحل  
 دلیل ان عاشقوں کی ہے وہاں دل  
 کہا تو نے تو بطنی جا رہے ہیں  
 ہے ورنہ، تو ہی ہم لوگوں کی منزل

مراں از درد کہ مشتاقِ خنوریم  
 از اں دردے کہ دادی نا صبوریم  
 بفرما ہرچہ می خواہی بجز صبر  
 کہ ما از وے دو صد فرسنگ دوریم

نہ لوٹا دردے مشتاقوں کو اپنے

کہ تیرے درد ہی سے چور ہیں ہم  
 جو چاہے ہم سے کہہ لے تو بجز صبر  
 کہ مہلوں اب تو اُس سے دور ہیں ہم

یہ افزنگی بتاں دل با ختم من  
 ز تابِ دیریاں بگدا ختم من  
 جہان از خویششن بیگانہ بودم  
 چو دیدم خویشش را شناختم من

ہے تابِ دیر سے پانی مراد دل  
 ہوا ہے محو اصنام فرنگی  
 ہوں اپنے آپ سے بیگانہ اتنا  
 نہ جانا خود کو، خود کو دیکھ کر بھی

مئے از مئے خانہ مغرب چشیدم

بہ جان من کہ دردِ سر خریدم  
نشستم بانکویانِ فسرنگی

ازاں بے سوز تر روزے ندیدم

مزه مغرب کی مئے کا میں نے چکھا

قسم اپنی کہ دردِ سر خریدا

رہا افرنگیوں میں بھی ولیکن

کوئی بے سوز دن دیکھانہ ایسا!

فقیرم از تو خواہم ہرچہ خواہم

دل کو ہے خراش از برگِ کاہم

مرا درسِ حکیمان دردِ سر داد

کہ من پروردہٗ فیضِ نگاہم

طلب جو بھی کیا، تجھ سے کیا ہے

دل کوہ برگِ کاہ سے میرے لڑاں

میں وہ پروردہٗ فیضِ نظر ہوں

ہے دردِ سر مجھے درسِ حکیمان

○  
 نہ با ملا نہ با صوفی نشینم  
 تو می دانی کہ من آنم نہ اینم  
 نویس اللہ بر لوح دل من  
 کہ ہم خود را ہم اور افاش بینم

نہ ملا کا نہ میں صوفی کا ساتھی  
 کہ تو واقف ہے میں ملا نہ صوفی  
 رقم کر میری لوح دل پر "اللہ"  
 کہ خود کو فاش دیکھوں اور اُسے بھی!

○  
 سرِ منبرِ کلامش نیشدار است  
 کہ اورا صد کتاب اندر کنار است  
 حضورِ تو من از خجالت نگفتم  
 زِ خود پہناں و بر ما آشکار است

سرِ منبر کیا اس کا نظارا  
 بنھالے تھا کتابوں کا پٹارا  
 مجھے شرم آرہی ہے تجھ سے کہتے  
 ہے پہناں خود سے 'مجھ پر آشکارا

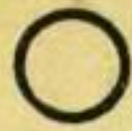
دل صاحبِ دلاں او بُر دیا من؟  
پیامِ شوقِ او آورد یا من؟  
من و ملازکیشش دین دو تیرم  
بفرما بر ہدف او خورد یا من؟

دل صاحبِ دلاں کس نے لیا ہے؟  
پیامِ شوقِ پھر کس نے دیا ہے؟  
میں اور ملا ہیں کیشش کے دو تیر  
مگر کس نے ہدف کو جا لیا ہے؟

غریبم در میانِ محفلِ خویش  
تو خود گو با کہ گویم مشکلِ خویش  
ازاں تر سم کہ بہنا نم شود فاش  
غم خود را نگویم یادِ دلِ خویش

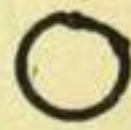
خود اپنی بزم میں میں اجنبی ہوں  
اگر کہئے تو مشکل کس سے کہئے؟  
اسی ڈر سے کہ میں ہی فاش ہو جاؤں  
ہنیں کہتا غم اپنا اپنے دل سے!





دلِ خود را بہ دستِ کس نہ دادم  
گرہ از روئے کارِ خود کشادم  
بغیرِ اللہ کردم تکیہ یک بار  
دو صد بار از مقامِ خود افتادم

دیا میں نے نہ دل اپنا کسی کو  
کہ رکھا کام بس اپنی گرہ سے  
بغیرِ اللہ کیا گر تکیہ اک بار  
گرا سو بار میں اپنی جگہ سے!



ہماں سوزِ جنوں اندر بر من  
ہماں ہنگامہ ہا اندر بر من  
سہروز از جوشِ طوفانے کہ بگشت  
بیا سوداست موجِ گوہر من

وہی سوزِ جنوں ہے میرے سر میں  
وہی شورشِ بپا ہے میرے اندر  
اُسی گذرے ہوئے طوفانِ اب تک  
بڑی بے کل ہے میری موجِ گوہر!



ہنوز ایں خاک دارائے شہرِ ہست

ہنوز ایں سینہ را آہِ سحرِ ہست

تجلی ریز بر چشم کہ بینی!

بہ ایں پیری مراتبِ نظرِ ہست

ابھی یہ خاک دارائے شہر ہے

ابھی اس سینہ میں آہِ سحر ہے

تجلی ریز ہو کہ دیکھ تو بھی

بہ ایں پیری مجھے تابِ نظر ہے



نگاہم زانچہ بینم بے نیاز است

دل از سوزِ در و غمِ در گداز است

من و ایں عصرِ بے اخلاص و بے سوز

بگو با من کہ آخر ایں چہ راز است

نگاہوں میں مری کب کچھ جچا ہے

کہ دل سوزِ دروں سے جل رہا ہے

میں اور یہ عصرِ بے اخلاص و بے سوز

مجھے بتلا یہ آخر راز کیا ہے؟

مرادِ عصرِ بے سوز آفریدند  
 بخاکم جانِ پر شورے دمیدند  
 بچو نخ درگردنِ من زندگانی  
 تو گوئی بر سر دارم کشیدند

میں اور یہ عصرِ بے سوز؟ آہ میں بھی  
 یہ کیسے عہد میں پیدا ہوا ہوں  
 گرہ سی میری گردن میں ہے یہ زلیت  
 کہ گویا دار پر کھینچا گیا ہوں

نگیرد لالہ و گل رنگ و بوم  
 درونِ سینہ ام مردِ آرزوم  
 غمِ پہاں بحرِ اندر ننگنجد  
 اگر گنجد چہ گویم یا کہ گویم!

لیا پھولوں سے رنگ و بو نہ ہم نے  
 دلوں میں آرزوئیں مریچی ہیں  
 بیاں میں آہیں سکتا غمِ دل  
 اگر آئے بھی تو کس کو سنائیں!

○  
 من اندر مشرق و مغرب غریبم  
 کہ از یارانِ محرم بے نصیبم  
 غم خود را بگویم بادلِ خویش  
 چہ معصومانہ غربت را فریبم

میں، مشرق ہو کہ مغرب، اجنبی ہوں  
 کوئی محرم نہیں، اے دائے قسمت!  
 خود اپنے دل سے کہتا ہوں غم اپنے  
 یونہی بہلا رہا ہوں دردِ غربت!

○  
 طلسمِ عصرِ حاضر را شکستم  
 ربودم دانه و دامنش گسستم  
 خدا داند کہ مانندِ براہیم  
 یہ ناز او چہ بے پروا شکستم

طلسمِ عصرِ حاضر میں نے توڑا  
 دکھایا دانہ میں نے، دام پھونکا  
 خدا واقف ہے مانندِ براہیم  
 میں اس آتش میں ہوں کسے خوف بیٹھا

○  
 پہ چشم من نگہ آوردہ تست  
 فروغ لا الہ آوردہ تست  
 دو چارم کن بہ صبح من سرائی  
 شبیم راتاب بہ آوردہ تست

مرے آقا! نگہ تیری عطا ہے  
 فروغ لا الہ تیری عطا ہے  
 عطا کر مجھ کو صبح من سرائی  
 کہ شب کو تاب بہ تیری عطا ہے

○  
 چو خود را در کنار خود کشیدم  
 بہ نور تو مقامِ خویش دیدم  
 دریں دیر از نوائے صبح گاہی  
 جہانِ عشق و مستی آفریدم

وہ میرا نور تیری روشنی تھی  
 کہ اپنے آپ پر میں نے نظر کی  
 نوائے صبح گاہ سے میں نے آخر  
 کیا پیدا جہانِ عشق و مستی!



دریں عالم بہشتِ خرمے ہست  
 بشاخِ او ز اشکِ من نمے ہست  
 نصیبِ او ہنوز آں ہائے وہونست  
 کہ او در انتظارِ آدمے ہست

یہیں پر ہے بہشتِ شادماں بھی  
 مرے اشکوں سے نم ہے شاخِ جس کی  
 تہی لیکن ہے وہ اُس ہائے وہو سے  
 اُسے ہے انتظارِ آدم اب بھی!



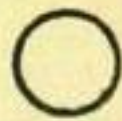
بدہ او را جو ان پاک بازے  
 سرورش از شرابِ خانہ سازے  
 قوی بازوئے او مانندِ حیدرؑ  
 دل او از دو گیتی بے نیازے

جو ان پاک باز اُس کو عطا کر  
 خود اپنی مئے سے آئے جسکو مستی  
 قوی بازو ہو جس کا مثلِ حیدرؑ  
 دل اُس کا بے نیاز ہر دو گیتی



بیا ساقی بگرداں جامِ مئے را  
 زِ مئے سوزندہ تر کن سوزنے را  
 دگراں دل بنہ در سینہ من  
 کہ بیچم پنجه کاؤس وکے را

ذرا گردش میں لا پھر جامِ مئے کو  
 یوہنی سوزندہ تر کر سوزنے کو  
 وہی دل پھر مرے سینہ میں رکھ دے  
 کہ موڑوں پنجه کاؤس وکے کو



جہاں از عشق و عشق از سینہ تست  
 سرفروش از مئے دیرینہ تست  
 جزایں چیزے نہ می دانم ز جبریل  
 کہ اذیک جوہر از آئینہ تست

جہاں عشق ہے تیرا ہی منظر  
 تری مئے سے ہے لبریز اس کا ساغر  
 بس اتنا جانتا ہوں میں کہ جبریل  
 تیرے آئینہ کا ہے ایک جوہر

○  
 مرا ایس سوز از فیضِ دمِ تست  
 بتاکم موجِ مئے از زمزمِ تست  
 نخلِ ملکِ جم از درویشی من  
 کہ دل در سینہ من محرمِ تست

مرا یہ سوز تیرا فیضِ دم ہے  
 مری مئے میں ہے شامل تیرا زمزم  
 نخل ہے جم بھی درویشی سے میری  
 مرے سینہ میں دل ہے تیرا محرم

○  
 دریں بت خانہ دل پاکس بہ بستم  
 ولیکن از مقامِ خود گُستم  
 ز من امروز می خواهد سجودے  
 خداوندے کہ دی اورا شکستم

نہ ہارا میں نے دل اس بتکدہ میں  
 رہا لیکن نہ اپنی رہ کا پابند  
 طلب کرتا ہے مجھ سے آج سجدے  
 جسے کل میں نے توڑا وہ خداوند!





دمید آن لاله از مشتِ غبارم  
 که نوشش می طراود از کُنارم  
 قبولش کن زِ راهِ دل نوازی  
 که من غمیر از دِلے چیزے نہ دارم

مری مٹی سے یہ لالہ اٹھا ہے

مرے پہلو سے خوں اس کا پہلے ہے

قبول اسکو کر از راه عنایت

○ کہ غیر از دل مرے پاس اور کیا ہے

حضورِ ملتِ بیضا تپیدم  
 نوائے دل گدازے آفریدم  
 ادب گوید سخن را مختصر گوئے  
 تپیدم، آفریدم، آرمیدم

حضورِ ملتِ بیضا تپاں ہوں  
 بڑے سوز و تپش سے نغمہ خواں ہوں

ادب کہتا ہے قصہ مختصر کر

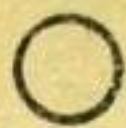
تپاں ہوں، کن فکاں ہوں، با اماں ہوں

○  
 بصدقِ فطرتِ رندانہٗ من  
 بہ سوزِ آہِ بے تابانہٗ من  
 بدہ آں خاکِ را ابرِ بہارے  
 کہ در آغوشِ گیرد دانہٗ من

بصدقِ فطرتِ رندانہٗ! مولاً  
 بہ سوزِ آہِ بے تابانہٗ! مولاً  
 عطا اس خاک کو کر ابرِ نوروز  
 کہ پھل لے آئے میرا دانہٗ! مولاً

○  
 دلے برگف ہنادم دلبرے نیست  
 متاعِ داشتہ غارت گرے نیست  
 درونِ سینہٗ من منزلے گیر  
 مسلمانے زِ من تنہا تیرے نیست

میں دل رکھتا ہوں پر دلبر نہیں ہے  
 متاعِ دل کا غارت گر نہیں ہے  
 مرے سینہ میں منزل کر کہ کوئی  
 مسلمان مجھ سے تنہا تر نہیں ہے



پو رومیؒ در حرم دادم اذال من  
 از و آموختم اسرارِ جاں من  
 بہ دورِ فتنہٴ عصرِ کہن او  
 بہ دورِ فتنہٴ عصرِ رواں من

مثالِ رومیؒ دیتا ہوں اذال میں  
 اسی سے سیکھتا ہوں سترِ جاں میں  
 بہ دورِ فتنہٴ عصرِ کہن وہ  
 بہ دورِ فتنہٴ عصرِ رواں میں



گلستانے ز خاکِ من برانگیز  
 نمِ چشمِ بخونِ لالہ آمیز  
 اگر شایاں نیم تیغِ علیؑ را  
 نگاہے وہ جو شمشیرِ علیؑ تیز

کھلا! مٹی سے میری اک گلستاں  
 جلا! لالہ کو میری چشمِ نم سے  
 جو میں شایاں نہیں تیغِ علیؑ کا  
 نظر ہی مثلِ شمشیرِ علیؑ دے!

مسلمان تا بہ ساحل آرمید است  
 نخل از بحر و از خود نا امید است  
 جز این مرد فقیر در دمنده سے  
 جراحت ہائے پنہانش کہ دید است

وہ ساحل کوش و ساحل جو مسلمان  
 نخل ہے بحر سے، خود سے ہر اسماں  
 بحر میرے یہاں دیکھے ہیں کس نے  
 وہ اس کے سب جراحت ہائے پنہاں

کہ گفت اورا کہ آید بوئے یارے؟  
 کہ داد اورا امید نو بہارے؟  
 جو آں سوز کہن رفت از دم او  
 کہ زد بر نیستان او شرارے؟

دیا کس نے پیام یار اس کو؟  
 سنایا کس نے مرثدہ فصل گل کا؟  
 ہوا رخصت جو وہ سوز اس کے دم سے  
 شتر صحرا میں اس کے کس نے رکھا؟



ز بحر خود بہ جوئے من گہر دہ  
 متارح من بکوہ و دشت و دردہ  
 دلم مکشود زراں طوفاں کہ دادی  
 مرا شور سے ز طوفاں دگر دہ

عطا کر اپنے بحر بیگراں سے  
 مری جوئے تنک مایہ کو گو ہر  
 ہے اس طوفاں سے افسردہ مرادل  
 نیا طوفاں کوئی مجھ کو عطا کر



بہ جلوت نے نوازی ہائے من میں  
 بہ خلوت خود گدازی ہائے من میں  
 گرفتہ نکتہ از فقر نیاگاں  
 ز سلطان بے نیازی ہائے من میں!

بہ جلوت نے نوازی دیکھ میری  
 بہ خلوت خود گدازی دیکھ میری  
 بزرگوں نے سکھایا فقر مجھ کو  
 شہوں سے بے نیازی دیکھ میری!



بہ ہر حالے کہ بودم خوش سر و دم  
 نقاب از روئے ہر معنی کشو دم  
 پھر کس از اضطراب من کہ با دوست  
 دے بودم، دے دیگر بنو دم

میں ہوں جس حال میں، ہوں نعمہ پیرا  
 اُلٹا ہوں نقابِ روئے معنی  
 رہا بے کل حضورِ دوست بھی میں  
 کبھی پایا، کبھی خود کو نہ پایا !



شریکِ درد و سوزِ لالہ بودم  
 ضمیرِ زندگی را و انمودم  
 ندانم با کہ گفتم نکتہ شوق  
 کہ تنہا بودم و تنہا سر و دم

شریکِ درد و سوزِ لالہ ہوں میں  
 ضمیرِ زندگی وا کر رہا ہوں  
 کروں اب فاش کس پر نکتہ شوق  
 کہ میں تنہا ہوں، تنہا گارہا ہوں

بسوزِ تو برا فروزم نگہ را  
 کہ بینم اندرونِ مہر و مہہ را  
 جو می گویم مسلمانم، بلرزم  
 کہ دائم مشکلاتِ لاله را

جلادی سوز سے تیرے نگہ کو  
 کہ دیکھوں اندرونِ مہر و مہہ کو  
 مسلمان خود کو کہتے ڈر رہا ہوں  
 سمجھ کر مشکلاتِ لاله کو

بلوئے تو گدازِ یک نوا بس  
 مرا میں ابتدا، میں انتہا بس  
 خرابِ جرأتِ آں رندِ پاکم  
 خدا را گفت مارا مصطفیٰ بس

ترے کوچہ میں یہ سوزِ نوا بس  
 مجھے یہ ابتدا، یہ انتہا بس  
 خرابِ جرأتِ اس کا ہوں میں جس نے  
 کہا حق سے کہ ہم کو مصطفیٰ بس



( ۱۲ )

ز شوق آموختم آں ہائے وھوئے  
 کہ از سنگے کشاید آب جوئے  
 ہمیں یک آرزو دارم کہ جاوید  
 ز عشق تو بگیں در رنگ و بوئے

وہ ہائے دھوئے مجھے یہ شوق سکھلائے  
 کہ پتھر سے بھی جواک آ بجوئے لائے  
 یہی ہے آرزو میری کہ جاوید  
 تیرے ہی عشق سے کچھ رنگ و بو پائے



یکے بنگر فرنگی کج کلا ہاں  
 تو گوئی آفتابا نند و ماہاں  
 جو ان سادہ من گرم خون است  
 نگہدارش ازیں کافر نگاہاں

فرنگی کج کلا ہوں کو بھی دیکھا  
 ہر اک ہے آفتاب و ماہ جیسا  
 جو ان سادہ میرا گرم خون ہے  
 بس ان کافر نگاہوں سے بچاتا





بدہ دستے زِ پا افتادگان را  
 بہ غیر اللہ دل نادادگان را  
 ازاں آتش کہ جان من برافروخت  
 نصیبے وہ مسلمان زادگان را

عطا کر ہاتھ پا افتادگان کو  
 بہ غیر اللہ دل نادادگان کو  
 وہ آتش جس سے میری جان کے روشن  
 عطا کر ان مسلمان زادگان کو

(۱۳)



تو ہم آں مئے بگیر از ساغر دوست  
 کہ یاشی تا ابد اندر بردوست  
 سجدے نیست اے عبدالعزیز اس  
 برویم از مژہ خاکِ در دوست

وجودِ دوست میں گم تا ابد ہو  
 وہی مئے پنی اٹھا کر ساغر دوست  
 نہیں یہ سجدے سے اے عبدالعزیز آہ  
 مژہ سے چنتا ہوں خاکِ در دوست



تو سلطانِ حجازی، من فقیرم  
 ولے در کشورِ معنی امیرم  
 جہانے کوزِ تخمِ لالہ رُست  
 بیا بنگر بہ آغوشِ ضمیرم

تو سلطانِ حجازی، میں فقیر اک  
 مگر ہوں ملکِ معنی میں تو نگر  
 جہاں نکلا جو تخمِ لالہ سے  
 ضمیر و دل میں میرے دیکھ آکر!



سراپا درد و درماں ناپذیرم  
 نہ پنداری ز بون و زار و پیرم  
 ہنوزم در کمانے می توان راند  
 ز کیشِ ملتے افتادہ تیرم

سراپا درد، درماں سے گریزاں!  
 نہ سمجھو خوار و زار و پیر ہوں میں  
 کماں میں رکھ کے کھینچو مجکو اب بھی  
 کہ ملت کا افتادہ تیر ہوں میں

○  
 بیا باہم در آوینریم ور قصیم  
 ز گیتی دل برانگیزیم ور قصیم  
 یکے اندر حریم کو چہ دوست  
 ز چشماں اشکِ خوں رینریم ور قصیم

قدم باہم ملائیں اور ناچیں  
 جہاں سے دل اٹھائیں اور ناچیں  
 حریم دوست میں آنکھوں سے اپنی  
 بس اشکِ خوں بہائیں اور ناچیں

○  
 ترا اندر بیا نے مقام است  
 کہ شامش چوں سحر آئینہ قام است  
 بہر جائے کہ خواہی خیمہ گتر  
 طناب از دیگران جستن حرام است

تری منزل بیا بانوں کا دامن  
 ہے جس کی شام مثل صبح روشن  
 جہاں چاہے تو اپنا ڈال خیمہ  
 طناب اوروں کی ڈھونڈیں تیرے دشمن



مسلماننیم و آزاد از مکا نیم  
 بروں از حلقہ نہ آ سما نیم  
 ما آموختند آں سجدہ کزوی  
 بہائے ہر خداوندے بدائیم

مسلمان ہیں اور آزادِ مکاں ہیں  
 نہیں اس آ سماں سے ہکو نسبت  
 وہ سجدہ ہم نے سیکھا ہے کہ ہم پر  
 ہے ظاہر سب خداوندوں کی قیمت



زِ افرنگی صنم بیگانہ تر شو  
 کہ بیمانش نہی ارزد بہ یک جو  
 نگاہے وام کن از چشمِ فاروق  
 قدم بیباک نہ در عالم نو!

بتِ افرنگ سے بیگانہ ہو جا  
 کہ اک جو میں بھی ہے جام اس کا ہنگا  
 نگاہیں چشمِ فاروق سے کروام  
 جہانِ نو میں بیباکانہ بڑھ جا!

# حضورِ ملت

مجواز من کلامِ عارفانه  
 که من دارم سرشتِ عاشقانه  
 سرشکِ لاله گون را اندر این باغ  
 بیفشانم چو شبنم دانه دانه



کہاں سے لاؤں شعرِ عارفانہ  
 کہ رکھتا ہوں سرشتِ عاشقانہ  
 سرشکِ لالہ گوں میں مثلِ شبینم  
 گراتا ہوں چمن میں دانہ دانہ

————— ( ۱ ) —————

# بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رو

احد کا عبد بن احمد کا پیرو

بہ منزل کوشش مانند مہر نو  
دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو  
مقام خویش اگر خواہی دریں دیر  
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رو

فزوں ہو دن بہ دن مثل مہر نو  
نہ دے ہاتھوں سے دامانِ تگ و دو  
مقام اپنا اگر کچھ چاہتا ہے  
احد کا عبد بن احمد کا پیرو



جو موج از بحر خود بالیدہ ام من  
 بہ خود مثل گہر پیچیدہ ام من  
 ازاں نرؤد با من سرگران است  
 بہ تعمیر حرم کوشیدہ ام من

اٹھا ہوں مثل موج اس بحر غم میں  
 تپاں ہوں، مثل گوہر قلبِ یم میں  
 تبھی کچھ سرگراں ہے مجھ سے نرود  
 کہ میں کوشاں ہوں تعمیر حرم میں



بیاساقی بگرداں ساتگیں را  
 بیفشاں بردو گیتی آستیں را  
 حقیقت را برندے فاش کردند  
 کہ ملا کم شناسد رمزدیں را

اٹھ اے ساقی! جھٹک کر آستیں کو  
 ذرا گردش میں لا پھر ساتگیں کو  
 حقیقت ہو گئی اک رند پر فاش  
 کہ ملانے نہ سمجھا رمزدیں کو



○  
 بیاسا قی! نقاب از رخ برا فگن  
 چکید از چشم من خون دل من  
 بہ آں لحنے کہ نے شرقی نہ غربی ست  
 نوائے از مقام لانتخف زن

اٹھ اے ساقی! نقاب رخ اٹک دے  
 ہو! دل کارواں ہے چشم تر سے  
 اسی نے میں جو شرقی ہے نہ غربی  
 مقام لانتخف سے پھر صد اے

○  
 بروں از سینہ کش تکبیر خود را  
 بہ خاک خویش زن اکیر خود را  
 خودی را گیر و محکم گیر و خوش زی  
 مدہ در دست کس تقدیر خود را

لگا کر نعرہ اللہ اے کبر  
 رکھ اپنی خاک میں اکیر اپنی!  
 خودی کو تھام محکم اور متادے  
 کسی کے ہاتھ میں تقدیر اپنی

○  
 مسلماناں از خودی مردِ تمام است  
 بخاکش تا خودی پیرد غلام است  
 اگر خود را متاعِ خویش دانی!  
 نگہ را جز بہ خود بستن حرام است

مسلماناں ہے خودی سے مردِ کامل  
 یہ مرجائے تو محکومی ہے حاصل  
 متاعِ اپنی اگر خود کو سمجھ لے  
 نگہ خود سے ہٹانا بھی ہو مشکل

○  
 مسلماناں کہ خود را فاش دیدند  
 بہ ہر دریا چو گوہر آرمیدند  
 اگر از خود رمیدند اندرین دیر  
 بہ جان تو کہ مرگِ خود خریدند

مسلماناں دیکھ لیں گر فاش خود کو  
 تو ہر دریا میں بیٹھیں بن کے موتی  
 اگر اس دیر میں ہوں خود سے بیزار  
 قسم تیری! خریدیں موت اپنی

○  
 کثودم پردہ را از روئے تقدیر  
 مشونومیذ راه مصطفیٰ گیر  
 اگر باور ندار می آنچه گفتم  
 زدیں بگریز و مرگِ کافرے پیر

کئے و امیں نے سب تقدیر کے در

نکل جا رہ گزار مصطفیٰ پر  
 اگر باور نہ آئے تجھ کو یہ بات

تو ہے تیرا مقدر مرگِ کافر

○  
 بہ ترکاں بستہ در ہارا کشادند  
 بنائے مصریاں محکم نہادند!  
 تو ہم دستے بدامانِ خودی زن  
 کہ بے او ملک و دیں کس راندادند

کھلے سب بند در ترکوں کے اوپر

بنائے مصریاں محکم سراسر

خودی کا تھام لے دامن کہ اُس بن

طے ہیں ملک و دیں کس کو یہاں پر؟



ہر آں قومے کہ می ریزد بہارش  
 نہ سازد جز بہ بو ہائے رمیدہ  
 ز خاکش لالہ می روید، و لیکن  
 قبائے دارد از رنگ پریدہ

وہ ملت جس کی رخصت ہوں بہاریں

اُسے راس آئے بس بوئے رمیدہ

اُٹھے مٹی سے اس کی لالہ، لیکن

قبائے اس کی ہے بس رنگ پریدہ



خدا آں ملتے را سروری داد  
 کہ تقدیرش بدست خویش نبوشت  
 بہ آں ملت سر و کارے ندارد  
 کہ دہقانہ برائے دیگران کشت

خدا نے سروری اس قوم کو دی

جو تقدیر اپنی اپنے ہاتھوں لکھے

ہیں اس قوم سے اس کو سر و کار

کہ دہقاں جس کا کھیت اوروں کے

○  
 زِ رَازِیِ حَکْمَتِ قُرْآنِ بِنِیاموز  
 چِراغِی از چِراغِ او بِنِیفروز!  
 ولے ایں نِکَہِ رَا از مَن فِراگیر  
 کہ نِتوای زِ یِستَن بِنِیستی و سوز

سبھم رازی سے حکمت ہائے قرآن  
 دیا اپنا جلا اس کے دیئے سے  
 مگر جینا ہی کیا بے سوز و مستی  
 یہ اک نکتہ بھی مجھ سے آج سن لے!

( ۲ )

## خودی

کسے کو بر خودی زد لا الہ را  
 زِ خَاکِ مَرْدِہ رُو یَا نَد نِگہِ رَا  
 مَدِہ از دَسْتِ دَا مَانِ چِنِیں مَرْدِہ  
 کہ دِیدِ مِ در کَمَنَدِش مِہر و مِہرِہ رَا

خودی پر جس کی ضرب لا الہ ہو  
 کرے مٹی میں بھی پیدا نگہ وہ  
 نہ چھوڑ اس کا کبھی ہاتھوں سے دامن  
 وہ تھامے ہے کمتد مہر و مہرہ کو



تو اے ناداں! دل آگاہ دریاب  
 بہ خود مثل نیاگاں راہ دریاب  
 چساں مومن کند پوشیدہ را فاش  
 ز کلام وجودِ اِلا اللہ دریاب

کراے ناداں! دل آگاہ پیدا  
 بہ خود مثل بزرگاں راہ پیدا  
 کرے کس طرح مومن نکتہ یہ فاش  
 ز کلام وجودِ اِلا اللہ پیدا



دل تو داغ پہنہانے نہ دارد  
 تب و تابے مسلمانے نہ دارد  
 خیابانِ خودی را دادہ آب  
 ازاں دریا کہ طوفانے نہ دارد

ترے دل میں نہیں ہے داغ پہنہاں  
 نہیں تجھ میں تب و تاب اے مسلمان!  
 دیا کشتِ خودنی کو اُس سے پانی  
 نہیں جس بحر کی موجوں میں طوفاں

# انا الحق

انا الحق جڑ مقام کبریا نیست  
سزائے او چلیپا ہست یا نیست؟  
اگر فردے بگوید سرزنش بہ  
اگر قوے بگوید ناروا نیست!

انا الحق بس مقام کبریا ہے  
سزائے دارا سے ہے یا نہیں ہے؟  
ضروری ہے سزا اگر فرد بولے  
اگر ملت کہے پروا نہیں ہے

بہ آں ملت انا الحق سازگار است  
کہ از خونش نم ہر شاخسار است  
ہناں اندر جلال او جمالے  
کہ اورا نہ سپہر آئینہ دار است

انا الحق ہے اسی ملت کو زیبا  
کہ جس کے خوں سے ہے ہر شلخ میں نم  
جلال اس کا جمال آمیز بھی ہے  
کہ اُسکے آگے ہفت افلاک ہیں خم

میانِ اُمّتِ ایں والا مقام است  
 کہ آں اُمّت دو گیتی را امام است  
 نیا ساید ز کارِ آفرینش  
 کہ خوابِ خستگی بروے حرام است

ہر اک اُمّت سے اولیٰ ہے وہ اُمّت  
 دو گیتی کی ملی اس کو امامت!  
 ہمیشہ محو کارِ آفرینش  
 ہے خوابِ خستگی سے اس کو نفرت

وجودش شعلہ از سوزِ درون است  
 چو خس اورا جہان چند و چون است  
 کند شرحِ انا لحق ہمتِ او  
 پیئے ہر کُن کہ می گوید یکون است

وجود اس کا ہے شعلہ جس کے آگے  
 مثالِ خس جہان چند و چون ہے  
 کرے شرحِ انا لحق اسکی ہمت  
 ہر اک کُن کیلئے اس کے یکون ہے



پر دروسعتِ گردوں یگانہ  
نگاہِ او بہ شاخِ آشیانہ  
مہہ و انجم گرفتارِ کمندش  
بدستِ اوست تقدیرِ زمانہ

اڑے گو وسعتِ افلاک میں وہ  
نگہ اُس کی ہے سوئے آشیانہ  
گرفتارِ کمند اس کے مہہ و مہر  
ہے اُس کے ہاتھ تقدیرِ زمانہ

یہ باغاں عندیے لبے خوش صیفیے  
یہ راغاں جرہ بازے زودگیرے  
امیرِ او بہ سلطانی فقیرے  
فقیرِ او بہ درویشی امیرے

گلستانوں میں وہ مرغِ خوش الحان  
بیابانوں میں شاہینِ بہستاں  
امیر اس کا ہے سلطانی میں درویش  
فقیر اس کا ہے درویشی میں سلطان

یہ جامِ نو کہن مئے از سبؤ رینر  
 فروغِ خویش را بر کاخ و کوکِ رینر  
 اگر خواہی مگر از شاخِ مقصود  
 بہ دل لاغالبِ الا اللہ فرو رینر

مئے کہنہ اندیل اب جامِ نو میں  
 دکھا دے پھر فروغِ جلوہ اپنا  
 تبھی دے گی مگر بھی شاخِ مقصود  
 بٹھالے دل میں تو لاغالبِ الا!

## (۲)

### صوفی و ملا

گرفتم حضرت ملا ترشِ رؤست  
 نگاہش مغزِ رانشناسد از پوست  
 اگر با این مسلمان کی دارم!  
 مرا از کعبہ می راند حقِ اوست

غضب میں حضرت ملا ترشِ رؤ  
 نہ جانیں مغز کیا ہے؛ پوست ہے کیا  
 خفا ہو کر مسلمان سے میری!  
 نکالیں مجھ کو کعبہ سے، حق اُن کا!



فرنگی صید بست از کعبہ و دیر  
 صدا از خانقاہاں رفت لا غیر  
 حکایت پیشش مُلاّ باز گفتم  
 دعا فرمود "یارب عاقبت خیر!"

فرنگی کے ہیں صید اب کعبہ و دیر  
 کہاں ہے خانقہ میں ذکر لا غیر  
 کہا جب میں نے مُلاّ سے تو اُس نے  
 دعا فرمائی "یارب عاقبت خیر!"

بہ بندِ صوفی و مُلاّ اسیری  
 حیات از حکمتِ قرآن نگیری  
 بہ آیاتش ترا کارے جز این نیست  
 کہ از یسین او آساں بمیری

اسیری صوفی و مُلاّ یہ سن رکھ  
 کہ درسِ زندگی دیتا ہے قرآن!  
 فقط یہ جانتا ہے تو کہ یسین  
 ہماری موت کر دیتی ہے آساں

زِ قُرْآنِ پِیشِ خُودِ آئِنَةُ آوِیْنِر  
دِگَرِ گُورِ کُشْتَةُ اَزِ خُویْشِ بَگَرِیْنِر

تَرَازُوئے بِنِه کَرِ دَارِ خُودِ رَا

قِیَاْمَتِ هَائِے پِیْشِیْنِ رَا بَرِ اَنْگِیْنِر

بِنَا قُرْآنِ کُو پَہْرِ آئِنَةُ اِپِنَا

دِگَرِ گُورِ هُو گِیَا هِے تُو سَبْتَهْلِ کَرِ!

بِنَا کَرِ دَارِ کُو اِپِنِے تَرَازُو

بِپَا کَرِ دِے ہِرِ آْنِے وَا لَامْحَشِرِ!

زِ مَنْ بَرِ صُوفِی وِ مَلَّائِے

کَہِ پِیْغَامِ خُودِ گُفْتَنِدِ مَارَا

وَلِے تَاوِیْلِ شَاںِ دَرِ حِیْرَتِ اَنْدَاخْتِ

خُودِ جَبْرِیْلِ وِ مِصْطَفَیْ رَا

خُودِ اَرِ کُھْے یِے صُوفِی اُورِ مَلَّائِے

جُو ہِمِ تَکِ لَائِے پِیْغَامِ خُودِ اِہِی

مَگَرِ حِیْرَاںِ ہِیْنِ تَاوِیْلُوں سِے اَنْ کِی

خُودِ اِہِی، جَبْرِیْلِ وِ مِصْطَفَیْ اِہِی

نزدوزخ واعظ کافر گرے گفت  
 حدیث خوش ترازوے کافرے گفت  
 ندانداں غلام احوال خود را  
 کہ دوزخ را مقام دیگرے گفت

کہا واعظ نے سب احوال دوزخ  
 حدیث خوشتراک کہتا ہے کافر  
 ”نہ جانے وہ غلام احوال اپنے  
 کہ جو دوزخ کو سمجھے آسماں پر!“

مریدے خود شناسے، پختہ کارے  
 بہ پیرے گفت حرف نیش دارے  
 بہ مرگ ناتامے جاں سپردن  
 گرفتن روزی از خاک مزارے

مرید خود شناس و پختہ کاراک  
 یہ اپنے پیر سے اک روز بولا  
 ”ہے مرگ ناتام ان کا مقدر  
 جو قبروں سے کما یس رزق اپنا!“

پسر را گفت پیر خرقہ باز سے  
 ترا ایس نکتہ باید حرز جاں کرد  
 بہ فرودانِ این دور آشنا باش  
 ز فیضِ شاں برائی می تو اں کرد

پسر سے اپنے پیر خرقہ باز اک  
 یہ کہتا تھا "یہ نکتہ حرز جاں کر  
 رکھ اپنے وقت کے فرود کو دوست  
 اسی صورت برائی میاں کر!"

( ۵ )

## رومیؒ

بہ کامِ خود دگر آں کہنہ مئے ریز  
 کہ با جامش نیرزد ملکِ پرویز  
 ز اشعارِ جلال الدین رومیؒ  
 بہ دیوارِ حریمِ دل بیاوینز

وہی مئے جام میں پھر ڈال اپنے  
 ہے اک جام اس کا افزود ملکِ جم سے  
 جلال الدین رومیؒ کے سخن سے  
 حریمِ دل کی دیواریں سجالے ا

بگیر از ساغرش آن لاله رنگے  
 کہ تاثیرش دہد لعلے بہ سنگے  
 غزالے را دل شیرے بہ بخشد  
 بشوید داغ از پشتِ پلنگے

وہ لالہ رنگ لے ساغر سے اس کے  
 کہ پتھر میں جو رُوحِ لعل بھونکے  
 غزالوں کو جو دل شیروں کا بخشے  
 کہ جو چیمتوں کے داغِ پشت دھو دے

فصیحے بر دم از تاب و تبِ او  
 شبم مانند روز از کوبِ او  
 غزالے در بیابانِ حرم میں  
 کہ ریزد خندہ شیر از لبِ او

عطا مجھ کو ہو ہی اس کی تب و تاب  
 مری رات اس کے کوب سے منور  
 غزال ایسا ہے وہ دشتِ حرم کا  
 ہنسی ہے شیر کی جس کے لبوں پر

سراپا درد و سوزِ آشنائی  
 وصالِ اوزبیاں دینِ جدائی  
 جمالِ عشقِ گیرداز نئے او  
 نصیبے از جلالِ کبریائی

سراپا درد و سوزِ آشنائی  
 وصالِ اس کا زبیاں دینِ جدائی  
 جمالِ عشقِ میں بھی اُس کی نئے سے  
 درختاں ہے جلالِ کبریائی!

گرہ از کارِ این ناکارہ واکرد  
 غبارِ رہ گزر را کیمیا کرد  
 نئے آن نے توارے پاک زادے  
 مرابا عشق و مستی آشنا کرد

گرہ کاموں کی میرے اس نے واکی  
 غبارِ راہ میری کیمیا کی!  
 اسی قدسی نفس کی نے مجھ کو  
 یہ دولت عشق و مستی کی عطا کی



بروئے من در دل باز کردند  
 ز خاک من جہانے ساز کردند  
 ز فیض او گرفتہ اعتبار سے  
 کہ با من ماہ و انجم راز کردند

در دل سارے مجھ پر ہو گئے باز

بنی یہ خاک بھی میری جہاں ساز

اُسی کا فیض ہے یہ سب کہ جس سے

ہوا ہوں میں مہہ و انجم کا ہمزاز

خیالش یا مہہ و انجم نشیند

نگاہش آں سوئے پروں بہ بیند

دل بے تاب خود را پیش او نہ

دم اور عشہ از سیما بچیند

خیال اس کا مہہ و انجم نشین ہے

نظر، سو سوئے پروں ہے رم اس کا!

دل بے تاب اس کے آگے رکھ دے

سکوں پارے کو بھی بخشے دم اس کا

زسروچی گیسرا سرارِ فقیری  
 کہ آن فقر است محسودِ امیری  
 حذر زان فقر و درویشی کہ از زسے  
 رسیدی بر مقامِ سر بنزیری

سمجھ رومیؒ سے اسرارِ فقیری  
 کہ ہے وہ فقر محسودِ امیری  
 حذر اُس فقر و درویشی سے جس نے  
 دکھایا ہے مقامِ سر بنزیری

خودی تاگشت بہجورِ خدائی  
 بہ فقر آموخت آدابِ گدائی  
 ز چشمِ مستِ رومیؒ وامِ کردم  
 سرورے از مقامِ کبریائی

خودی سے جب ہوئی رخصتِ خدائی  
 تو سیکھی فقر نے خائے گدائی  
 وہ چشمِ مستِ رومیؒ تھی کہ جس نے  
 مجھے بخشا سرورِ کبریائی!

مئے روشن زرتاک من فرور بخت  
 خوشامردے کہ دردا مانم آو بخت  
 نصیب از آتشے دارم کہ اول  
 سنائی؟ از دل رومی؟ برانگخت

مئے روشن مری مشاخوں سے ٹپکے  
 خوشا دامن جو میرا پڑھ کے تھامے  
 وہی ہے آگ مجھ میں، جو بھری تھی  
 سنائی؟ نے دل رومی؟ میں پہلے:

(۶)

## پیغامِ فاروق

تو اے بادِ بیاباں از عرب خیز  
 ز نیلِ مصریاں مو جے برانگیز  
 بگو فاروق را پیغامِ فاروق؟  
 کہ خود در فقر و سلطانی بیامیز

عرب سے اٹھ پھراے بادِ بیاباں  
 بپا کر نیل میں پھر کوئی طوفاں  
 سنا فاروق کو پیغامِ فاروق؟  
 ”بہم کہ فقر و سلطانی کے ساماں“

خلافت فقر با تاج و سر پر است

زہے دولت کہ پایاں ناپذیر است

جواں بختا! مدہ از دست این فقر

کہ بے او پادشاہی زود میر است

خلافت کیا؟ ہوں فقر و تاج با ہم

کہ یہ دولت نہیں آنی و فانی!

جواں بختا! نہ دے ہاتھوں سے یہ فقر

بن اُس کے پادشاہی آنی جانی!

جواں مردے کہ خود را فاش بیند

جہان کہنہ را باز آفریند!!

ہزاراں انجمن اندر طوافش

کہ با او خویشتن خلوت گزیند

جو خود کو فاش دیکھے گا کرے گا

جہان کہنہ کی باز آفرینی!

ہزاروں محفلیں گرد اُس کے گھومیں

کہ ساتھ اُس کے کریں خلوت گزینی

بروئے عقل و دل بکشائے ہر در  
 بگیر از پیسہ ہر میخانہ ساغر  
 ”درد آں کوشش از نیازِ سینہ پرور  
 کہ دامن پاک داری آستین تر“  
 (امیر خسرو)

ہر اک در اپنے عقل و دل پہ وا کر  
 اٹھا ہر ایک میخانہ سے ساغر  
 نیازِ سینہ پرور سے یہ کر سعی  
 کہ دامن پاک ہو اور آستین تر!

خک آں ملتے بر خود رسیدہ  
 ز دردِ جستجو نا آرمیدہ  
 درخشش او تہہ این نیلگوں چرخ  
 جو تیغے از میاں بیروں کشیدہ

زہے ملت کہ خود سے آشنا ہو  
 ہو دردِ جستجو سے سخت مضطر  
 چمک اس کی ہے زیرِ چرخ گردوں  
 میاں سے جیسے ہو تلوار باہر

چہ خوش نزد ترک ملا حے سرودے  
 رخ او احرے، چشمش کہو دے  
 بہ دریا گر گرہ افتد بہ کارم  
 بجز طوفاں نمی خواہم کشودے

غضب کا گیت گائے ترک ملاح

وہ نیلی اس کی آنکھیں رخ بھو کا!

پڑے مشکل جو کوئی عین دریا

بجز طوفاں نہ چاہوں میں حل اس کا!

جہاں گیری بہ خاک ماسرشتند

امامت در جبین مانوشتند

درون خویش بنگراں جہاں را

کہ تخلص در دل فاروق کشتند

جہاں گیری ہے مٹی میں ہماری

امامت لکھی ہے نوح جیس پر

دل فاروق میں تھانج جس کا

جہاں وہ دیکھ ناداں! اپنے اندر!

کے کو داند اسرارِ یقین را  
 یکے میں می کند چشمِ دوہیں را  
 بیامیزند چوں نورِ دو قندیل  
 میںدیش افراقِ ملک و دین را

سمجھتا ہے جو اسرارِ یقین کو!  
 وہ یکے میں کرتا ہے چشمِ دوہیں کو  
 ملائیں جیسے دو قندیل کا نور  
 جدامت کر یونہی تو ملک و دین کو

مسلمانے کہ خود را متحان کرد  
 غبارِ راہِ خود را آسماں کرد  
 شرارِ شوق اگر داری! نگہ دار  
 کہ باوے آفتابی می توان کرد

مسلمان جس نے خود کو آزما یا  
 فلک تک پہنچی گردِ راہِ اس کی  
 شرارِ شوق ہے تو رکھ بچا کر  
 کہ کر سکتے ہیں اس سے آفتابی

# شعرا کے عرب

بگواند من نوا خوان عرب را  
 بہا بے کم ہنادم لعل لب را  
 ازاں نورے کہ از قرآن گرفتہم  
 سحر کردم صدوسی سالہ شب را

عرب شاعر سے کہد و میرے نزدیک  
 کوئی قیمت نہیں ہے لعل لب کی  
 کیا قرآن سے حاصل نور میں نے  
 سحر کردی صدوسی سالہ شب کی!

بہ جاں ہا آفریدم ہائے وہو را  
 کف خاکے شمردم کاخ و کو را  
 شود روزے حریف بحر پر شور  
 ز آشوبے کہ دادم آبخو را

ہراک جاں میں ہیا اک ہائے وہو کی  
 کہا اک مشت خاک اس کاخ و کو کو  
 حریف بحر ہو جائے گی اک دن  
 دیا میں نے وہ آشوب آبخو کو



تو ہم بگزار آں صورت نگاری  
 مجو غیر از ضمیرِ خویش یاری  
 بہ باغِ مابہر آوردی پر وبال  
 مسلمان را بدہ سوزے کہ داری

خدا را چھوڑ یہ صورت نگاری  
 ضمیرِ دل کی اپنے ڈھونڈھ یاری  
 مسلمان کے تین بے رُوح کو دے  
 وہ اپنا سوز و تب وہ بے قراری

بہ خاکِ مادے اور دلِ غمے ہست  
 ہنوز ایں کہنہ شاخے رائے ہست  
 بہ افسونِ ہنر آں چشمہ بکشاے  
 درونِ ہر مسلمان زمرے ہست

ابھی ہم میں ہے دل اور دل میں، غم  
 ابھی اس شاخ کہنہ میں ہے کچھ غم  
 ہنر سے اپنے جاری کر یہ چشمہ  
 کہ قلبِ ہر مسلمان میں ہے زمزم

سلمان بندہ مولا صفات است  
 دل او برترے از اسرارِ ذات است  
 جمالش جز بہ نورِ حق نہ بینی  
 کہ اصلش در ضمیرِ کائنات است

سلمان بندہ مولا صفت ہے  
 دل اُس کا ذاتِ حق کا سرِ محقق  
 ضمیرِ کائنات اس کا نشیمن  
 خدا کے نور سے دیکھ اس کو تو بھی!

بدہ با خاک او آں سوز و تابی  
 کہ زاید از شبِ او آفتابی  
 نوا آں زن کہ لافِ فیضِ تو او را  
 دگر بخشند ذوقِ انقلابی

وہ سوز و تاب دے مٹی کو اس کی  
 کہ اس کی شب سے سورج ہو پیدا  
 نوا زن ہو کہ تیرے فیض سے پھر  
 وہ ذوقِ انقلاب اس میں ہو پیدا

مسلمانی غمِ دل را خریدن  
 چو سیاب از تیپِ یاراں تپیدن  
 حضورِ ملت از خود در گزشتن  
 دگر بانگِ انا الملت کشیدن

مسلمانی! غمِ دل کی خریدی  
 تیپِ یاراں سے تپنا مثلِ پارہ  
 حضورِ ملت اپنے سے گزرنا  
 لگانا پھر انا الملت کا نعرہ

کسے کو، فاش دید اسرارِ جاں را  
 نہ بیند جز بہ چشمِ خود جہاں را  
 نوائے آفریں در سینہٴ خویش  
 بہارے می تو اں کردن خزاں را

جو دیکھے فاش ترا اسرارِ جاں کو  
 خود اپنی آنکھ سے دیکھے جہاں کو  
 نوا پیدا کرے سینہ میں اپنے  
 بہاراں میں پلٹ دے ہر خزاں کو

نگہدار آنچہ در آب و گل تُست  
 سرور و سوز و مستی حاصل تُست  
 تہی دیدم سبؤئے این و آل را  
 مئے باقی بہ مینائے دل تست

سرور و سوز و مستی تیرا حاصل  
 سنہال اسکو جو ہے اس آب و گل میں  
 سبؤ سب کے تہی ہیں پر ہے اب بھی  
 مئے باقی تری مینائے دل میں

شبِ این کوہ و دشتِ سینہ تابے  
 نہ دروے مرغکے نے موجِ آبے  
 نہ گردِ روشن از قندیلِ رہیاں  
 تو می دانی کہ باید آفتابے

یہ صحرا تپہ و تاریک جس میں  
 کوئی طاؤر نہ موجِ آب ہی ہے  
 نہ ہوگا شمع رہبانی سے روشن  
 ضرورت مہرِ عالم تاب کی ہے

نکومی خواں خطِ سیما کے خود را

بدست آور رگِ فردائے خود را

جو من پادر بیابانِ حرم نہ

کہ بینی اندر و پہنائے خود را

ذرا بڑھ اپنی پیشانی کی تحریر  
رگِ فردا پر اپنی ہاتھ رکھ دے  
قدمِ دشتِ حرم میں رکھ مری طرح  
کہ اپنی وسعتوں کو اس میں دیکھے

## (۸) فرزندِ صحرا

سحر گاہاں کہ روشن شد درودشت

صدازد مرغے از شاخِ نخیلے

فروہل خیمہ اے فرزندِ صحرا

کہ نتواں زیست بے ذوقِ رحیلے

سحر گاہ جب ہوئے روشن درودشت

لبِ مرغِ سرا پر یہ صدا ہے

اٹھادے خیمہ اے فرزندِ صحرا

کہ بے ذوقِ سفر جینا ہی کیا ہے

عرب را حق دلیل کارواں کرد  
 کہ او با فقر خود را امتحان کرد  
 اگر فقر تہی دستاں عینو راست  
 جہانے راتہ و بالا تو اں کرد  
 عرب نے حق کو شمع راہ جانا!  
 کہ خود کو فقر سے بھی آزمایا  
 اک عالم کو تہہ و بالا وہ کردے  
 اگر ہو فقر غیرت مند تیرا

در آں شب ہا فروغ صبح فرداست  
 کہ روشن از تجلی ہائے سیناست  
 تن و جاں محکم از بادِ درودشت  
 طلوع امتاں از کوہ و صحراست

ہے اُس شب میں فروغِ صبح فردا  
 کہ ہیں جس میں تجلی ہائے سینا  
 تن و جاں بادِ صحرا سے ہیں محکم  
 اُبھاریں اُمتوں کو کوہ و صحرا

(۹)

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوار سے باشد

کون جانے کہ ہو اس گرد میں بھی کوئی سوار

دگر آئین تسلیم و رضا گیر  
طریق صدق و اخلاص و وفا گیر  
مگو شعرم چنین است و چنان نیست  
جنون زیر کے از من فرا گیر

وہی آئین تسلیم و رضا سیکھ  
طریق صدق و اخلاص و وفا سیکھ  
نہ کہ شعروں کی میرے حرف گیری  
جنون زیرک آ مجھ سے ذرا سیکھ

چمن باز آں جنوں ویرانہ گردد  
کہ از ہنگامہ ہا بیگانہ گردد  
از آں ہوئے کہ انگندم دریں شہر  
جنوں ماند و لے فرزانه گردد

چمن گو وہ جنوں ویرانہ کر دے  
کہ ہنگاموں سے جو بیگانہ کر دے  
ولیکن نعرہ یا ہو یہ میرا  
جنوں کو بھی یہ کچھ فرزانه کر دے

نختیں لالہ صبح بہارم  
 پیاپے سوزم از داغے کہ دارم  
 بچشم کم مبین تنہا یئم را  
 کہ من صد کاروں گل در کنارم

ہوں پہلا لالہ صبح بہاراں  
 کہ داغ دل سے ہوں ہر لمحہ سوزاں  
 مری تنہا یوں کو کم نہ جانو  
 کہ میں صد کارواں گل ہوں بداماں

پریشاںم چو گردِ رہ گزارے  
 کہ بردوشس ہوا گیسرد قرارے  
 خوشابختے و ختم روزگارے  
 کہ بیروں آید از من شہسوارے

پریشاں مثل گردِ رہ گزار ہوں  
 قرار آئے جسے دوشس ہوا پر  
 عجب کیا ہے کہ مجھ میں سے اچانک  
 کبھی اک شہسوار آئے نکل کر!



خوش آں قومے پریشاں روزگارے  
 کہ زاید از ضمیرش پختہ کارے  
 نمودش بہترے از اسرارِ غیب است  
 زہر گردے بروں ناید سوارے

خوشا وہ قوم حیران و پریشان  
 کہ جس سے کوئی پختہ کار اٹھے  
 نمود اس کی بھی ہے اک بہتر غیبی  
 سوار آتا نہیں ہر گرد میں سے!

بہ بحرِ خویش چوں موجے پتیدم  
 پتیدم تا بہ طوفانے رسیدم  
 دگر رنگے از میں خوشتر ندیدم  
 بہ خونِ خویش تصویرش کشیدم

مثالِ موج دریا میں تپا ہوں  
 ہوئی تب میری طوفاں تک سائی  
 کوئی رنگ اس سے بہتر تو نہ دیکھا  
 لہو سے اپنے شکل اس کی بنائی

نگاہیں پُر کند خالی سبُو ہا

دواندے بہ تاکِ آرزو ہا

ز طوفانے کہ بخشد را ئیگانی

حریفِ بحرِ گردِ آبِ جو ہا

رواں ہوئے بھی شاخِ آرزو میں

نظرِ اس کی بھرے خالی سبُو کو

حریفِ بحر ہو جائے گی اک دن

وہ بخشتے ایسے طوفاں آبخو کو

جو برگیرد زمامِ کارواں را

دہد ذوقِ تجبلی ہر بہاں را

کند افلاکیاں را آبخنناں فاش

تہہ پامی کشد ہُن آسماں را

وہ جب تھامے زمامِ کارواں کو

تو دے ذوقِ تجبلی ہر بہاں کو

کرے افلاکیوں کو اس طرح فاش

تہہ پارو مندے ہفت آسماں کو

مبارک یاد کن آں پاک جاں را  
 کہ زاید آں امیر کارواں را  
 ز آغوش چنیں فرخنده مادر  
 بحالت می دہم حورِ جناں را

مُبارک یاد دے اس پاک جاں کو  
 جتنے جو اُس امیر کارواں کو  
 کہ اُس فرخندہ ماں کی گود سے میں  
 بچل کر دوں نہ کیوں حورِ جناں کو

دل اندر سینہ گوید دلبرے ہست  
 متاعِ آفریں، غارت گرے ہست  
 بگوشم آمد از گردوؤں دم مرگ  
 شکوفہ بیچوں فروریزد برے ہست

کہے سینہ میں دل "ہے کوئی دلبر!"  
 ہے غارت گر بھی پیدا مال تو کر"  
 دم مرگ آئی گردوؤں سے یہ آواز  
 "گرے جب پھول تو پھل آئے باہر!"

# (۱۰) خلافت و ملوکیت

عرب خود را بہ نورِ مصطفیٰ سوخت  
چراغِ مردہ مشرق برافروخت  
ولیکن آلِ خلافت راہ گم کرد  
کہ اول مومنان را شاہی آموخت

عرب نے لے کے نورِ مصطفائی  
چراغِ مردہ مشرق جلایا!  
خلافت تھی وہ رہ گم کردہ جس نے  
سبق شاہی کا مومن کو پڑھایا!

خلافت بر مقامِ ما گواہی است  
حرام است آنچه بر ما پاد شاہی است  
ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ  
خلافت حفظِ ناموسِ الہی است

خلافت ہم پہ دیتی ہے گواہی  
حرام آئی ہے ہم پر باد شاہی  
ملوکیت فقط اک مکر و نیرنگ  
خلافت، حفظِ ناموسِ الہی!

۱۱۷  
در افتد با ملوکیت کلمے  
فقیرے بے کلا ہے بے گلے  
گے باشد کہ بازی ہائے تقدیر  
بگیرد کارِ صرصر از نیسے!

فقیر بے کلمہ بھی اک دن آخر  
چھٹتا ہے ملوکیت کے اوپر  
عجب کیا ہے کہ یہ تقدیر کے کھیل  
نیم صبح سے لیں کارِ صرصر!

ہنوز اندر جہاں آدم غلام است  
نظامش خام و کارش ناتمام است  
غلامِ فقیر آں گیتی پنا ہم  
کہ در دینش ملوکیت حرام است

غلام اب تک بھی دنیا میں ہے آدم  
نظام اس کا ہے خام اور کام آدھا!  
ہوں اُس گیتی پنہ کا بندہ فقر  
ملوکیت ہے جس کے دیں میں عنقا

محبت از نگاہش پائدار است  
 سلوکش عشق و مستی را عیار است  
 مقامش عبودہ آمد، ولیکن  
 جہان شوق را پروردگار است

محبت پائدار اس کی نگہ سے  
 سلوک اس کا عیارِ عشق و مستی  
 وہ ہے پروردگار عالم شوق  
 اگرچہ عبودہ ہے منزل اس کی!

## ( ۱۱ ) ترک عثمانی

بہ ملکِ خویش عثمانی امیر است  
 دلش آگاہ و چشم او بصیر است  
 نہ پنداری کہ رُست از بندِ افرنگ  
 ہنوز اندر طلسمِ او اسپر است

ہے عثمانی، امیر اپنے وطن میں  
 بصیر آنکھیں ہیں اس کی دلِ خبردار  
 مگر ٹوٹا کہاں وہ بندِ افرنگ  
 ہے اب بھی سحر میں اس کے گرفتار

○  
 خنک مرداں کہ سحر او شکستند  
 بہ پیمانِ فرنگی دل نہ بستند  
 مشو نومید و یا خود آشنا باش  
 کہ مرداں پیش ازین بودند و بستند

خوشا جو بڑھ کے اُس کا سحر توڑے  
 نہ کر دے دل فرنگی کے حوالے  
 نہ ہو مایوس خود سے آشنا ہو  
 کہ لوگ آخر رہے ہیں اس سے پہلے!

○  
 بہ ترکاں آرزوئے تازہ دادند  
 بنائے کارِ شاں دیگر نہادند  
 ولیکن کو مسلمانے کہ بیند  
 نقاب از روئے تقدیرے کشادند

نہی اک آرزو ترکوں کو بخشی  
 نہی اُن کی بنائے سے کار رکھی  
 اٹھی ہے جو نقابِ روئے تقدیر  
 کسی مردِ خدا نے وہ بھی دیکھی؟

# دختر انِ ملت

پہلے اسے وہ دختر تک ایسے دلبری ہا  
مسلمان رانہ زیبہ کافر ہی ہا  
منہہ دل بر جمالِ غازہ پرور ہا  
بیاموز از نگہ غارتگری ہا

نہ کراے دختر! اتنی دلبری بھی!  
مسلمان کو ہے زیبہ کافر ہی؟  
جمالِ غازہ پرور پر نہ دل ہا ر  
نگہ سے سیکھ کچھ غارتگری بھی



نگاہ تست شمشیرِ خداورد  
بزخمس جان مارا حق ہما داد  
دلِ کامل عیار آں پاک جاں بُرد  
کہ تمنغ خویش را آپ از جیاداد

نگہ تیری ہے شمشیرِ خدا داد!  
اب اس کے زخم کا حق ہم کو پہونچا  
ہمارا دل وہی لے گی کہ روشن  
جیا کی آب سے نچر ہے جس کا!





ضمیرِ عصر حاضر بے نقاب است  
گشادش در سودِ رنگ و آب است  
جہاں تابی ز نورِ حق بسیا موز  
کہ او ماسد تجلی در حجاب است

فغاں یہ عہدِ حاضر! جس کے نزدیک  
بس آبِ درنگ ہے وجہِ تسلی!

جہاں تابی خدا کے نور سے سیکھ

کہ جو پردے میں ہے ماسدِ تجلی



جہاں را مملکی از اہتات است  
ہنادِ شان امینِ ممکنات است  
اگر ایں نکتہ راقوے نہ داند  
نظامِ کار و بارش بے ثبات است

جہاں محکم ہے ماؤں ہی کے دم سے  
کہ ہے سب کچھ انہیں کے دمِ قدم سے  
اگر یہ نکتہ ملت نے نہ سمجھا!  
تو منزل ہے قریب اس کی عدم سے



مراداد ایں خرد پرور جنوں نے  
نگاہِ مادرِ پاک اندر و نے  
ز مکتب چشم و دل نتواں گرفتن  
کہ مکتب نیست جز سحر و فسوں نے

عطا اُس کی خرد پرور جنوں ہے  
وہ مادرِ پاک جس کا اندر وں ہے  
نظر مل سکتی ہے مکتب سے نئے دل  
کہ مکتب طرف اک سحر و فسوں ہے



خک آں ملتے کر دار و آتش  
قیامت ہا بہ بیسند کا ننا تاشن  
چہ پیش آید چہ پیش افتاد اور  
تواں دید از حسین اقباس

خوشا وہ قوم جد و جہد جس کی  
قیامت اک بپا کر دے زمیں پر  
سدا ماضی و مستقبل کا پر تو  
عیاں ہو جس کی اڈں کی جیس پر

اگر پندے زرد ویشے پدیری  
 ہزار اُمت پسر و تو نمپری  
 تو لے باش و پنہاں شوازیں عصر  
 کہ در آغوش شبیرے بگیری

نصیحت ہے یہ تیرے حق میں اکبر  
 چلے گا پھر نہ تجھ پر موت کا تیر  
 ہناں اس عہدے سے ہو، فاطمہ بن  
 کہ ہو آغوش میں تیرے بھی شبیر



ز شام ما بڑوں اور سحر را  
 بہ قرآن باز خوان اہل نظر را  
 قومی دانی کہ سوتہ قرات تو  
 دگر گوں کرد تقدیر عمر را

ہماری شب سے باہر لاسحر کو  
 سبق قرآن سے دے اہل نظر کو  
 پنہ بھول اس کو کہ برہم کرو یا تھا  
 ترقی قرات نے تقدیر عمر کو

# عصر حاضر

چہ عصر است ایں کہ دل فریادی اوست  
ہزاراں بند در آزادی اوست  
زر وئے آدمیت رنگ و نم برد  
غلط نقشے کہ از ہزادی اوست

ہزاروں بند آزادی میں اس کی  
یہ کیسا دور ہے؟ فریاد! فریاد!  
کہ روئے آدمیت سے گبام  
غلط نقش اہ کتاب ہے یہ ہزاد!



نگاہش نقش بند کافری با  
کمال صنعت او آذری با!  
حذر از حلقہ بازار گانش  
قمار است ایں ہمہ سوداگری با

کمال صنعت اس کا آزادی ہے  
نگہ صورت نگار کافری ہے  
حذر کراں کے حلقہ سے کہ جس میں  
جوئے بازی بہ رنگ تاجری ہے



جواناں را بد آموز است این عصر  
 شب ابلیس را روز است این عصر  
 بدامانش مثال شعلہ پیچیم  
 کہ بے نور است و بے سوز است این عصر

جوانوں کا ہے بد آموز یہ عصر  
 شب ابلیس کا ہے روز یہ عصر  
 مثال شعلہ میں پیچاں ہوں امیں  
 کہ ہے بے نور اور بے سوز یہ عصر



مسلماناں فقر و سلطانی بہم کرد  
 ضمیرش باقی و فانی بہم کرد  
 و لیکن الاماں از عصر حاضر  
 کہ سلطانی بہ شیطانی بہم کرد

مسلماناں کے ضمیر خود شکن نے  
 متاع فقر و سلطانی بہم کی  
 و لیکن الاماں یہ عصر حاضر  
 کہ سلطانی سے شیطانی بہم کی

○  
 چه گویم رقصِ تو چوں است و چوں نیست  
 خشیش است این نشاطِ اندروں نیست  
 بہ تقلیدِ فرنگی پائے کو بی  
 بہ رگِ پائے تو آن طغیانِ خونِ نیست

خشیش کیف ہے یہ رقصِ قہرا  
 نشاطِ اندروں تجھ میں کہاں ہے؟  
 ہے پا کو باں بہ تقلیدِ فرنگی  
 مگر وہ جوشِ خونِ تجھ میں کہاں ہے؟

(۱۴)

## برہمن

در صد فتنہ را بر خود کشادی  
 دو گامے رفتی و از پافتادی  
 برہمن از بتان طاقِ خود آراست  
 تو قرآنِ داسرِ طاقے بنادی

کئے وا تو نے بھی فتنوں کے سورد  
 چلا اور گر پڑا دو گام چل کر  
 برہمن نے سجائے طاق اور تو  
 ہوا گم طاق پر قرآن رکھ کر

○  
 برہمن را نگویم، هیچ کارہ  
 کند سنگِ گراں را پارہ پارہ  
 نیاید جز بہ زورِ دست و بازو  
 خدائے راتراشید ن زخارہ

برہمن کو نہ سمجھو، هیچ کارہ  
 کرے سنگِ گراں وہ پارہ پارہ  
 نہ ہو جبتک کہ زورِ دست و بازو  
 خدا بتا نہیں یہ سنگِ خارہ!

○  
 نگہہ دارد برہمن کارِ خود را  
 نہی گوید بہ کس اسرارِ خود را  
 بہ من گوید کہ از تبیح بگذر  
 بہ دوشِ خود برد زنارِ خود را

برہمن کا ہے سترِ کار اپنا  
 نہیں کہتا کبھی اسرار اپنا  
 کہا مجھ سے کہ آ تبیح سے باز  
 رکھ اپنے دوش پر زنار اپنا

برہمن گفت "برخیز از در غیر  
 زیاران وطن ناید بہ جز خیر  
 بہ یک مسجد دو ملا می نہ گنجد  
 ز افسون بتاں گنجد بہ یک دیر"

برہمن نے کہا "چھوڑا اب در غیر  
 نہیں بچھ سے توقع کچھ بہ جز خیر  
 نہ بیٹھیں ایک مسجد میں دو ملا  
 فسون بت سے مل بیٹھیں سر دیر"

(۱۵)

## تعلیم

تب و تابے کہ باشد جادو دانہ  
 سمند زندگی را تازہ یا نہ  
 بہ فرزند اں بیاموز آں تب و تاب  
 کتاب و کتب افسون و فسانہ

وہ تاب و تب کہ جو ہے جادو دانہ  
 سمند زندگی کو تازہ یا نہ  
 سکھا وہ تاب و تب اپنے پسر کو  
 کتاب و کتب افسون و فسانہ



○  
 زِ عِلْمِ چارہ سازے بے گدازے  
 بے خوش تر نگاہِ پاک یازے  
 نکو تراز نگاہِ پاک یازے  
 دلے از ہر دو عالم بے نیازے

اس علم بے گداز و چارہ گر سے  
 نگہ کی پاک بینی ہے مکرم!  
 نگاہِ پاک میں سے بھی ہے برتر  
 جو دل ہے بے نیاز ہر دو عالم

○  
 بہ آں مومن خدا کارے نہ دارد  
 کہ در تن جان بیدارے نہ دارد  
 ازاں از مکتبِ یاراں گریزم  
 جوانِ خود نگہدارے نہ دارد

خدا کو ایسے مومن سے نہیں کام  
 نہ ہو جس کے بدن میں جان بیدار  
 گریزاں مکتبِ یاراں سے ہوں میں  
 جوان جس کے نہیں ہیں خود نگہدار

○  
 زمین گیسو میں کہ مرد کو چشمے  
 زمینائے غلط بیٹے نکوتر!  
 زمین گیسو میں کہ نادان نکو کیش  
 زردانش مند بے دینے نکوتر

یہ سن مجھ سے کہ مرد کو چشم اک  
 ہے بینائے غلط بیٹے سے نکوتر  
 یہ سن مجھ سے کہ نادان نکو کیش  
 ہے دانش مند بے دینے سے نکوتر

○  
 انراں فکرِ فلک بیجا چہ حاصل  
 کہ گردِ ثابت و ستیاریہ گردد  
 مثالِ پارہ ابرے کہ از باد  
 بہ پھٹائے فضا آوارہ گردد

یہ ہے فکرِ فلک بیجا کا حاصل  
 کہ گردِ ثابت و ستیاریہ ہو جائے؟  
 مثالِ ابر جھونکوں سے ہوا کے  
 فضا میں سرسرا آوارہ ہو جائے؟

ادب پیرایۂ نادان و داناست  
 خوش آں کو از ادب خود را بیاراست  
 ندارم آں مسلمان زادہ را دوست  
 کہ در دانش فرود و در ادب کاست

ادب نادان و دانا سب کا زیور  
 خوشا وہ جس نے اپنا یا ادب کو  
 مجھے کیا اس مسلمان زادہ سے جو  
 ادب میں کم ہو، دانش میں فرور ہو!

ترا نومیادی از طفلان روانیست  
 چه پروا اگر دماغ شاں رسانیست  
 بگو اے شیخ مکتب گر بہ دانی  
 کہ دل در سینہ شاں ہست یا نیست

اگر ذہن رسا یہ تیرے لڑکے  
 نہیں رکھتے تو کچھ پروا نہیں ہے  
 مگر اے شیخ مکتب! یہ بتا دے  
 کہ دل سینہ میں ہے بھی یا نہیں ہے؟

بہ پورِ خویش دین و دانش آموز  
 کہ تا بدچوئں مہ و انجمن نگینش  
 بدست او اگر دادی ہنر را  
 ید بیضا ست اندر آستینش

مزین علم سے تیرا پر ہے  
 تو مہر و ماہ ہیں اُس کے نگین میں  
 اگر ہے ہاتھ میں اُس کے ہنر کچھ  
 ید بیضا ہے گویا آستین میں



نوا از سینہ مرغ چمن برد  
 ز خون لاله آں سوز کہن برد  
 بہ این مکتب بہرین دانش چہ نازی  
 کہ ناں در کف نہ داد و جاں رتن برد

نوا مرغ چمن سے چھین لی اور  
 اڑایا سوز لالہ کے جگر سے  
 ہے کیا اُس دانش و مکتب کا حاصل  
 کہ ردنی بھی نہ دے اور جا بھی لے!



خدا یا وقتِ اُس درویشِ خوشِ باد  
 کہ دل ہا از دیشس چوں غنچہ بکشاد  
 بہ طفلِ مکتبِ ما این دعا گفت  
 پیئے نامے بہ بندِ کس میفتاد!

حق اُس درویش کو دل شاد رکھے  
 کھلے دل اس کے دم سے غنچہ جیسے  
 بہ حق طفلِ مکتب یہ دعا کی  
 کہ روٹی کے لئے خود کو نہ بیچے!



کے کو لا الہ را در گرہ بست  
 ز بندِ مکتب و ملا برؤں جست  
 باں دین و باں دانش پرداز  
 کہ از مامی برد چشم و دل و دست

گرہ میں جس نے باندھا لا الہ کو  
 لگائی اس نے پھر کتب سے اک جست  
 نہ جا اس دین و دانش پر کبھی تو  
 جو ہم سے چھپن لیں چشم و دل و دست

جو می بینی کہ رہن کارواں کُشت  
 چه پُرسی کاروانے راجساں کُشت  
 پیاشس ایمن انراں علمے کہ خوانی  
 کہ ازوے روح قومے می توآن کُشت

عیان تجھ پر ہے سب کچھ مجھ سے مت پوچھ  
 ہوا ہے کارواں کس طرح مجروح  
 نہ رہ غافل، حذر اس علم سے کر  
 کہ مرجاتی ہے جس سے قوم کی روح!

جوانِ خوش گلی رنگین کلا ہے  
 نگاہِ او چو شیراں بے پنا ہے  
 یہ مکتب علمِ میثی را بیا موخت  
 میسر نایدش بر گب گیا ہے!

جواں ہے خوش گل و رنگین کلا بھی  
 کہ شیروں سے تیز اس کی نگہ بھی  
 مگر سیکھا ہے اس نے علمِ میثی  
 نہ آئیگی میسر برگ کہ بھی



شتر را بچہ او گفت در دشت

نہی بینم خدائے چار سو را

پدر گفت اے پسر چوں پابلغزد

شتر ہم خویش را بیند ہم او را

کہا اک اونٹ سے اس کے پسر نے

”خدا کی میں نے صورت ہی نہ دیکھی!“

شتر بولا کہ ”پھسلے جب ترا پیر

تو خود کو دیکھ لے گا اور اُسے بھی!“

(۱۶)

## تلاش رزق

پریدن از سرِ بامے بہ بامے

نہ بخشد جزہ بازاں را مقامے

زینچیرے کہ جز مشت پرے نیست

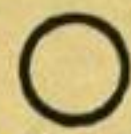
ہماں بہتر کہ پیری در کنا مے

اگر دیوار تک ہے تیری پرواز

ہنیں ہے بد نصیبی اس سے بڑھکر

طے اک مشت پر تجکو تو اس سے

نشیمن ہی میں مرجانا ہے بہتر



نگر خود را بہ چشم محرمانہ  
نگاہِ ماست مارا تازیانہ  
تلاشِ رزق ازاں دادند مارا  
کہ باشد پر کشودن را بہانہ

نگہ خود پر بھی کراک محرمانہ  
نگہ اپنی ہے ہم کو تازیانہ  
تلاشِ رزق ہم کو دی گئی ہے  
کہ ہو پر کھولنے کو اک بہانہ

(۱۷)

## نہنگ با بچہ خویش نہنگ اپنے بچہ سے

نہنگ بچہ خود را چہ خوش گفت  
بہ دین ما حرام آمد کرانہ!  
بہ موج آویز و از ساحل بہ برہنیر  
ہمہ دریاست مارا آشیانہ!

نہنگ اپنے پر سے کہہ رہا تھا  
ہیں جائیز مرے دیں میں کرانہ  
سدا موجوں میں رہ ساحل سے بچکر  
فقط دریا ہے اپنا آشیانہ



تو در دریا نہ، او در بر تست  
 بہ طوفان در فتادن جوہر تست  
 چو یک دم از تلاطم ہا بیا سود  
 ہمیں دریا سے تو غارت گر تست

ہیں دریا میں تو دریا ہے تجھ میں  
 مچلنا اس میں ہے جوہر بھی تیرا  
 لیا آرام گراک پل بھی تو نے  
 یہی دریا ہے غارت گر بھی تیرا!

(۱۸)

## خاتمہ

نہ از ساقی نہ از پیما نہ گفتم  
 حدیثِ عشق بیباکانہ گفتم  
 شنیدم آنچه از پاکانِ امت  
 ترا باشوخی رندانہ گفتم!

مجھے ساقی نہ پیما نہ سے مطلب  
 حدیثِ عشق بیباکانہ کہدی  
 سنی جو بات پاکانِ حرم سے  
 وہی باشوخی رندانہ کہدی



بہ خود باز آو دامن دلے گیر  
 درو را سینہ خود منز لے گیر  
 بدہ این کشت را خونابہ خویش  
 فشاندم دانہ من تو حاصلے گیر

سنھل کر تھام لے اب دامن دل  
 بنا سینہ کو اپنے اپنی منزل  
 کر اس کھیتی کو سیراب اپنے خوں سے  
 گراؤں دانہ میں، تو توڑ حاصل!



حرم جز قبلہ قلب و نظر نیست  
 طواف او طوافِ بام و در نیست  
 میان ما و بیت اللہ رمز نیست  
 کہ جبریل امیں را ہم خبر نیست

حرم بس قبلہ قلب و نظر ہے  
 طواف اس کا نہ طوفِ بام و در ہے  
 وہ ہم میں اور بیت اللہ میں ہے رمز  
 کہ خود جبریل اس سے بے خبر ہے!

# حضورِ عالم انسانی

آدمیت احترام آدمی

یا خبرشوا از مقام آدمی

(جاویدنامه)

نکملنا الما لہ

آدمیت آدمی کا احترام

جان لے! کیا آدمی کا ہے مقام

# تمہید

(۱)

بیاساقتی! بیار آل کہنہ مئے را

جو ان فرودیں کن پیر دے را

نوائے دہ کہ از فیض دم خویش

چو مشعل بر فروزم چوبائے را

اٹھائے ساقی مئے کہتہ پلادے

جو ان فرودیں کر، پیر دے کو!

عطا ہواک نوا مجھ کو تو کردوں

فروزاں مثل مشعل چوبائے کو!

یکے از حجرہ خلوت بروں آئے

بیباد صبح گاہی سینہ بکشاے

خروشیں این مقام رنگ و بو را

بقدر نالہ مرغی بیفزائے

نکل کر حجرہ خلوت سے باہر

تماشاے گل و سرو و سمن کر!

اور اس گلشن کے ہنگاموں کو افزوں

بقدر نالہ مرغی چمن کر!

( ۲ )

زمانہ فتنہ ہا آورد و بگزشت  
 خساں رادر بغل پرورد و بگزشت  
 دو صد بغداد را چنگیزی او  
 جو گورِ تپہ بہختاں کرد و بگزشت

زمانے نے اٹھائے فتنے کیا کیا  
 بغل میں اپنی پالے کتنے ناداں  
 ستم رانی نے اس کی کتنے بغداد  
 بنا کر رکھ دیئے اک گورِ ویراں



”بسا کس اندہ فردا کشیدند  
 کہ دی مردند و فرد را ندیدند“ (ایمیر خسرو)  
 خنک مرداں کہ در دامان امروز  
 ہزاراں تازہ تر ہنگامہ چیدند

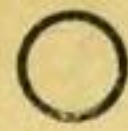
غم فردا سبھی کو کھا رہا ہے  
 مگر دیکھا ہے کس نے رؤے فردا؟  
 خوشا جو آج کے دامن میں دیکھے  
 ہزاروں تازہ تر ہنگامے برپا!

جو بلبیل نالہ زارے نہ داری  
 کہ در تن جان بیدار نہ داری  
 دریں گلشن کہ گل چینی حلال است  
 تو زخمے از سہر خارے نہ داری

نہیں ہے نالہ زن تو مثل بلبیل  
 ترے تن میں نہیں ہے جان بیدار  
 کہ جس گلشن میں گل چینی ہے جائز  
 نہ پہونچا تجھ کو اک زخم سہر خار!

بیا بر خویش پیچیدن بیاموز  
 بہ ناخن سینہ کا ویدن بیاموز  
 اگر خواہی خدا را فاش بینی !  
 خودی را فاش تر دیدن بیاموز

کہنی خود میں بھی ناداں! ڈوب کر دیکھ  
 عجب ہے سینہ کا وی میں اثر دیکھ  
 خدا کو دیکھنا ہی چاہتا ہے  
 خودی کو اپنی پہلے فاش تر دیکھ!



گلاز سسختی ایام بگزار  
 کہ سسختی ناکشیدہ کم عیار است  
 منی دانی کہ آب جوئے باراں  
 اگر برسنگ غلطد خوشگوار است

نہ کر ایام کی سسختی کا شکوہ  
 کہ سسختی ناکشیدہ کچھ نہیں ہے  
 جہاں پتھر سے ٹکراتی ہے ندی  
 وہ منظر کتنا دلکش اور حسین ہے!



کبوتر بچہ خود را چہ خوش گفت  
 کہ نتوان ز لیت با خوئے حریری  
 اگر یا ہو زنی از مستی شوق  
 کلا را از سر شاہیں بگیری

کبوتر نے کہا اپنے پر سے  
 کہ بچہ خوئے حریری کے اثر سے  
 پکارے تو اگر لہرا کے یا ہو  
 تو لے آئے کلا شاہیں کے سر سے



فتادی از مقام کبریائی

حضورِ دؤل نهاداں چہرہ سائی

تو شاہینی و لیکن خویشتن را

نگیری تا بہ دام خود نیائی!

گنوا بیٹھا مقام کبریائی

در اغیار پر کی چہرہ سائی

نہ ہوگی تجھ میں شاہینی ہویدا

کرے جب تک نہ خود سے آشنائی

خوشاروزے کہ خود را باز گیری

ہمیں فقراست کو بخش امیری

حیات جاوداں اندر یقین است

رہ تخمین وطن گیری ہمیری!

خوشا وہ دن کہ پایا خود کو تونے

کہ ہے اس فقر میں پنہاں امیری

حیات جاودانی ہے یقین میں

رہ تخمین وطن میں موت تیری!



تو ہم مثل من از خود در حجابی  
 خنک روزے کہ خود را باز یابی  
 مرا کافر کند اندیشہ رزق  
 ترا کافر کند علم کتابی

مری ہی طرح پردہ میں ہے تو بھی  
 خوشا! اپنی کرے جب یاز یابی!  
 مجھے کافر کرے اندیشہ رزق  
 تجھے کافر کرے علم کتابی!



چہ خوش گفت اشترے با کرہ خویش  
 خنک آن کس کہ داند کار خود را!  
 بگیر از ما کہن صحرا نوردان  
 بہ پشت خویش بردن بار خود را!

کہا اک اونٹ نے اپنے پسر سے  
 خوشا سمجھے جو ستر کار اپنا  
 کہ مجھ صحرا نورد پیر سے سیکھ  
 اٹھانا اپنے اوپر بار اپنا

(۴)

مرا یاد است از دانائے افزنگ  
 بسا رازے کہ از بود و عدم گفت  
 ولیکن با تو گویم این دو حرفے  
 کہ با من بیسیر مردے از عجم گفت

مجھے ہے یاد درسِ بیسیرِ افزنگ  
 کہ جس میں راز تھے بود و عدم کے!  
 مگر میں تجھ سے کہتا ہوں یہ دو حرف  
 سُننے میں نے جو اک بیسیرِ عجم سے!

○  
 الا! اے کشتہٗ تا محرمے چند  
 خریدی از پئے یک دل غمے چند  
 ز تاویلاتِ ملایاں نکو ترا!  
 نشستن با خود آگاہے دے چند

سن اے بیگانہٗ یارانِ محرم  
 لگائے ایک دل کو تو نے سو غم  
 ہیں ملاؤں کی تاویلوں سے بہتر  
 کسی مردِ خود آگاہے پاس کچھ دم!

( ۵ )

وجود است این کہ بینی یا نمود است  
 حکیم ماچہ مشکل ہا کشود است  
 کتابے بر فن غواص بنوشت  
 ولیکن در دل دریا نہ بود است

اسے ہستی کہیں گے یا کہ جلوا؟  
 خردمند! آخرش ہے ماجرا کیا؟  
 کتابیں فن غواصی پہ لکھیں  
 دل دریا میں لیکن خود نہ اُترا!

○  
 بہ ضرب تیشہ بشکن بے ستوں را  
 کہ فرصت اندک و گردوں دوزنگ است  
 حکیمان را دریں اندیشہ بگزار!!!  
 شر از تیشہ خیزد یاز سنگ است

اٹھا کر تیشہ ڈھادے بے ستوں کو  
 کہ فرصت کم ہے اور گردوں، دوزنگ  
 خردمندوں کو رہنے دے اسی میں  
 شر کی اصل تیشہ ہے کہ ہے سنگ؟

○  
منہ از کف چراغِ آرزو را  
بہ دست آور مقامِ ہائے وہو را  
مشو در چار سوئے این جہاں گم  
بہ خود باز آو بشکن چار سو را

نہ رکھ ہاتھوں سے شمعِ آرزو کو  
سمجھ اوجِ مقامِ ہائے وہو کو  
نہ ہو گم اس جہانِ چار سو میں  
سمجھ خود کو! اگر ادے چار سو کو!

○  
دلِ دریا سکوں بیگانہ از تست  
جیبش گوہر یک دانہ از تست  
اے موج! اضطرابِ خود نگہدار  
ہے دریا را متاعِ خانہ از تست

دلِ دریا سکوں بیگانہ تجھ سے  
متاعِ گوہر یک دانہ تجھ سے  
تو اے موج! اضطرابِ اپنا نہ کھونا  
ہے دریا کی متاعِ خانہ تجھ سے!



دو گیتی را بہ خود باید کشیدن  
 نہ باید از حضورِ خود رسیدن  
 بہ نورِ دوش میں امروزِ خود را  
 ز دوش امروز را نتوان رہودن

دو عالم کو سمو لے اپنے اندر  
 نہ بیٹھ اپنی خودی سے دور جا کر  
 ہے نورِ دوش سے امروز روشن  
 کسی صورت نہ دو توں کو جدا کر!



بہ ما اے لالہ خود را وا نمودی  
 نقاب از چہرہ زیبا کشودی  
 ترا، پوں بردمیدی، لالہ گفتند  
 بشاخ اندر چساں بودی؟ چہ بودی؟

کیا اے لالہ! تو نے خود کو ظاہر  
 دکھایا ہم کو اپنا روئے انور  
 ہوا ظاہر تو پایا نامِ لالہ!  
 ہناں تھا تو، تو تھے کیا تیرے تور؟

————— ( ۶ ) —————

نگرید مرد از رنج و غم و درد  
 ز دوراں کم نشیند بردش گرد  
 قیاس او را مکن از گریہ خویش  
 کہ هست از سوز و مستی گریہ مرد

رُ لائیں مرد کو کیوں یہ غم و درد؟  
 رہے کیوں اس کے دل پر رنج کی گرد؟  
 ترارونا نہیں ہے اس کا رونا  
 کہ ہے با سوز و مستی گریہ مرد!

○  
 نہ پنداری کہ مرد امتحاں مرد  
 پند گر چہ زیر آسماں مرد  
 تراشایاں چنین مرگ است ورنہ  
 زہر مرگے کہ خواہی می تو اں مرد!

شہیدِ حق نہیں مرتا کسی سے  
 رہا ہوتا ہے گو اس زندگی سے  
 ترے شایاں ہے ایسی موت ورنہ  
 تجھے جو موت بھائے مر اسی سے!



اگر خاکِ تو از جاںِ محرمے نیست  
 بشاخِ تو ہم از نیساںِ نمے نیست  
 ز غمِ آزاد شو دم را نگہدار  
 کہ اندر سینہ پر دم غمے نیست

ترا تن جاں کا گر محرم نہیں ہے  
 تو شاخوں میں بھی تیری نم نہیں ہے  
 حذر کر غم سے، دم کی حفاظت  
 اگر پر دم ہے تو، تو غم نہیں ہے



پریشاں ہر دم ما از غمے چند  
 شریکِ ہر غمے نا محرمے چند  
 ولیکن طرحِ فدائے توں رخت  
 اگر دانی بہائے این دے چند

مرا ہر لمحہ وقفِ کاہشِ غم  
 اور اس غم کا نہیں ہے کوئی محرم  
 مگر ممکن ہے رکھنا طرحِ فدا  
 گر اس لمحہ کی قیمت جان لیں ہم!



جو اں مردے کہ دل باخویشتن بست

رود در بحر و دریا امین از شست

نگہ را جلوہ مستی با حلال است!

و لے باید نگہ داری دل و دست!

اگر دل تیرے بس میں ہے تو پھر تو

رہے گا بحر و دریا میں بھی یکسو

نگہ کو جلوہ مستی بھی ہے جائز

مگر رکھ اپنے دست و دل پہ قابو!

از اں غم ہا دل مادر دمت است

کہ اصل او ازیں خاک نثرند است

من و تو ز اں غم شیریں ندانیم

کہ اصل او ز افکار بلند است

ہمارا دل اسی غم سے گراں ہے

کہ جس کی اصل بس یہ خاکداں ہے

نہ جانا اس غم شیریں کو ہم نے

بلند افکار جس کی رفح و جاں ہے



مگو با من خدائے ما چنیں کرد  
 کہ شستن می تو اوں از دامنش گرد  
 تہ و بالا کن این عالم کہ دروے  
 قمارے می برداز مرد نامرد!

جھٹک دے گرد یہ دامن سے اُسکے

خدا سے چھوڑ یہ شکوہ طرازی

تہ و بالا یہ عالم کر کہ جس میں

اُڑالے مرد سے نامرد بازی!



بروں کن کینہ را از سینہ خویش

کہ دودِ خانہ از روزن بروں بہ

ز کشتِ دل مدہ کس را خرابے

مشوائے دہ خدا غارت گر دہ!

نہ دے دل میں جگہ کینہ کو اصلا

دھنواں یہ گھر سے باہر ہو تو اچھا

خراجِ کشتِ دل مت دے کسی کو

نہ بن اے دہ خدا! غارت گر اس کا!



سحر ہا در گریبانِ شبِ اوست  
 دو گیتی را فروغ از کوکبِ اوست  
 نشانِ مردِ حقِ دیگر چہ گویم  
 جو مرگ آید بتسم بر لبِ اوست

گریبانِ شبِ اُس کا صبح پرور  
 دو عالم اس کے کوکب سے منور  
 نشانیِ مردِ مومن کی یہی ہے  
 بتسم ہو بوقتِ مرگ لب پر!

— ( ۷ ) —

بہ یادِ صبحدم شبِ بنالید  
 کہ دارم از تو اُمیدِ نگاہے!  
 دلم افسردہ شد از صحبتِ گل  
 چناں بگزر کہ ریزم برگیا ہے

کہا شبِ بنم نے رور و کر صبا سے  
 کہ مچھکو تجھ سے اُمیدِ وفا ہے  
 نہ راس آئی مجھے یہ صحبتِ گل  
 گرا دے گھاس پر تو اک عطا ہے

## دل

دل آں بحر است کو ساحل نوزد  
 ہنگ از صحبت موجش بلرزد  
 از آں سیلے کہ صد ہاموں بگیرد  
 فلک با یک جہاں او نیرزد

یہ دل ہے بحر ناپیدا کرانہ  
 ہنگ اس کے تلاطم سے ہیں لرزاں  
 فلک اک بلبلہ ہے اس کے نزدیک  
 پر آشوب اس قدر ہیں اُس کے طوفاں



دل ما آتش و تن موج دودش  
 پیید دم بہ دم ساز و بوش  
 بہ ذکر نیم شب جمعیت او  
 چو سیما بے کہ بند و چوب عودش

ہمارا دل ہے آتش، تن دھنواں ہے  
 اسی کے ساز سے ہر شے ہے سوزاں  
 قرار اس کو ہے ذکر نیم شب میں  
 کہ جیسے عود پر پارہ ہو رقصاں

زمانہ کارِ اُورامی بردِ پیش  
 کہ مردِ خود نگہدار است درویش  
 ہمیں فقر است و سلطانی کہ دل را  
 نگہ داری چو دریا گوہرِ خویش

زمانہ اس کے آگے ہے نگوں سار  
 کہ ہے درویش مردِ خود نگہدار  
 یہی ہے فقر و سلطانی کہ دل ہو  
 مثالِ دُر، میانِ بحرِ ذخار



نہ نیروئے خودی را آزمودے  
 نہ بند از دست و پائے خود کشودے  
 خرد ز بنخیر بودے آدمی را  
 اگر در سینہ او دل نہ بودے!

خودی کی قوتوں کو آزماتا!!  
 نہ اپنا کوئی بندھن اُس سے کھلتا!  
 خرد ز بنخیر تھی انساں کے حق میں  
 اگر سینہ میں اُس کے دل نہ ہوتا!



تو می گوئی که دل از خاک و خون است  
گرفتارِ طلسم کاف و نون است  
دل ما گرچه اندر سینه ما است!  
ولیکن از جهان ما برون است

کہا تو نے کہ یہ دل خاک و خوں ہے  
گرفتارِ طلسم کاف و نون ہے  
ہمارا دل ہے گو سینه کے اندر  
مگر بیرونِ این دنیا ہے دؤں ہے



جہان مہر و مہ ز تاری اوست  
کشاد ہر گرہ از زاری اوست  
پیامے دہ ز من ہندوستان را  
غلام آزاد از بیداری اوست

مہ و خورشید ز تاری ہیں اُس کے  
گرہ بکش ہے اس کی آہ و زاری  
سناد و ہندیوں کو میرا پیغام  
غلامی دشمن اس کی ہوشیاری



من و تو کشتِ یزداں حاصل است این  
 عروسِ زندگی را محل است این  
 غبارِ راه شد دانائے اسرار  
 نہ پنداری کہ عقل است این دل است این!

میں اور تو کشتِ یزداں دل ہے حاصل  
 عروسِ زندگی کو ہے یہ محل  
 غبارِ رہ ہوا دانائے اسرار  
 خرد اس کو نہ سمجھو یہ تو ہے دل!



گئے جو سُنْدُ حَسَنِ غَزِیْبِ  
 خَطِیْبِ! مَنْبِرِ اَوْ اَز صَلِیْبِ!  
 گئے سلطانِ باخیل و سپاہ  
 ولے از دولت خود بے نصیب!

کبھی جو سُنْدُ حَسَنِ و مَجِث  
 کبھی منبر پہ جو یائے صداقت  
 کبھی سلطانِ تاج و گنج و لشکر  
 مگر پائی نہ اُس نے دل کی دولت!



جہانِ دل جہانِ رنگ و بو نیست  
 درو پست و بلند و کاخ و کو نیست  
 زمین و آسمان و چار سو نیست  
 دریں عالم بجز اللہ ہو نیست

جہانِ دل نہ دیرِ رنگ و بو ہے  
 نہ یہ پست و بلند و کاخ و کو ہے  
 زمین و آسمان نے چار سو ہے  
 کہ یہ عالم فقط اللہ ہو ہے



نگہ دید و خرد پیمانہ آورد  
 کہ پیماید جہانِ چار سو را!  
 مئے آشامے کہ دل کردند نامش  
 بنخو پیش اندر کشید این رنگ و بو را

نگہ دید اور خرد پیمانہ لائی  
 کہ ناپے اس جہانِ چار سو کو!  
 وہ مئے آشام جس کا نام ہے دل  
 سمو لے خود میں سارے رنگ و بو کو





محبت چھیت تا شیر نگاہے است  
 چه شیریں زخمے از تیر نگاہے است  
 بہ صید دل روی ہ ترکش بینداز  
 کہ این پنخیر پنخیر نگاہے است

محبت کیا ہے؟ تاثیر نظر ہے  
 بڑا پر لطف یہ تیر نظر ہے  
 اگر لینا ہے دل تو پھینک ترکش  
 کہ یہ پنخیر، پنخیر نظر ہے

(۹)

## خودی

خودی روشن ز نورِ کبریائی ست  
 رسائی ہائے او از نارسائی ست!  
 جدائی از مقامات و صالحش  
 وصالش از مقاماتِ جدائی ست

خودی روشن ہے نورِ کبریائے  
 رسائی ساز اس کی نارسائی  
 جدائی پر ہے اس کی پر تو وصل  
 وصال اس کا ادا دانِ جدائی

جو قومی درگذشت از گفتگو ہا  
 ز خاکِ او بروید آرزو ہا  
 خودی از آرزو شمشیر گردد  
 دم اورنگ ہا برد زبؤ ہا

اگر درگذرے ملت گفتگو سے  
 تو خاک اسکی تپاں ہو آرزو سے  
 خودی بنتی ہے تب وہ تیغِ عرباں  
 جدا جو رنگ کو کرتی ہے بؤ سے!

خودی را از وجودِ حق وجود سے  
 خودی را از نمودِ حق نمود سے  
 نمی دانم کہ این تا بندہ گوہر  
 کجا بودے اگر دریا نہ بؤدے

وجودِ حق سے ہستی ہے خودی کی  
 نمودِ حق سے جلوہ ہے خودی کا!  
 نہیں معلوم یہ تا بندہ گوہر!!!  
 کہاں ہوتا اگر دریا نہ ہوتا!



دلے چوں صحبت گل می پذیرد  
 هماندم لذتِ خوابش بگپرد  
 شود بیدار چوں من، آفریند  
 چو من، محکوم تن گردد، میپرد!

پسند آئے جو دل کو صحبت گل  
 تو ہو جائے وہ خواب آلود و غافل  
 کہے جب "میں" تو ہو بیدار و زندہ  
 جو ہو محکوم تن تو موت حاصل!



وصالِ ما وصالِ اندر فراق است  
 کشود این گرہ غیر از نظر نیست  
 گہر گم گشته و آغوشِ دریا است  
 ولیکن آبِ بحر، آبِ گہر نیست

فراق آمیز ہے یہ وصل اپنا  
 علاج اس کا اگر ہے تو نظر ہے  
 گہر گم گشته، آغوشِ دریا  
 مگر کب آبِ بحر، آبِ گہر ہے؟



کفِ خاکے کہ دارم از درِ اوست  
گل و ریحانم از ابرِ ترِ اوست  
نہ 'من' رامی شناسم من نہ او را  
ولے دائم کہ 'من' اندر بر 'او' ست

مرا گلشن اسی کے ابر کا فیض  
مری مٹی اسی کے در کا منظر  
نہ 'میں' کو میں نے پہچانا 'نہ اُس' کو  
یہی جانا کہ 'میں' ہے 'اُس' کے اندر!

— ( ۱۰ ) —

## جب و اختیار

یقین دائم کہ روزے حضرتِ او  
ترازوئے نہد این کاخ و کو را  
ازاں ترسم کہ فدائے قیامت  
نہ مارا سازگار آید نہ او را!

ترازوئے قیامت کا خدایا!  
یقین پختہ و کامل ہے مجھ کو!  
مگر ڈرتا ہوں، فدائے قیامت!  
نہ مجھ کو اس آئے گی نہ تجھ کو!



یہ روما گفت یا من را ہب پیر  
 کہ دارم نکتہ، از من فراگیر  
 کند ہر قوم پیدا مرگ خود را!  
 ترا تقدیر و مارا کشت تدبیر

کہا روما میں اک راہب نے مجھ سے  
 یہ اک نکتہ ہے تیرے حق میں اکیر  
 مقرر موت ہر اک قوم کی ہے  
 تری تقدیر ہالک، میری تدبیر!

( ۱۱ )

## موت

شنیدم مرگ بایزداں چنین گفت  
 چہ بے غم چشم آں کز گل بزاید!  
 جو جان او بگسرم شرمسارم  
 ولے او رازِ مردن عار ناید

کہا ییزداں سے یہ اک دن اجل نے  
 دہائی ہے، دہائی ہے، دہائی  
 نخل ہوں میں تو جاں آدم کی لے کر  
 مگر مرنے سے شرم اُس کو نہ آئی



ثباتش وہ کہ میر شش جہات است  
 بدست او زمام کائنات است  
 نہ گرد و شرمسار از خواری مرگ  
 کہ نامحرم ز ناموس حیات است

زمام کار ہے ہاتھوں میں اُس کے  
 وہ میر شش جہت ہے اور فانی  
 کبھی مرنے سے شرم اس کو نہ آئی  
 کہ ناموس حیات اُس نے نہ جانی!

( ۱۲ )

## ابلیس سے!

بگو ابلیس را از من پیامے  
 پتیدن تا کجا در زیر دامے  
 مرا این خاکدانے خوش نیاید  
 کہ صبحش نیست جز تہید شامے

کہو ابلیس سے میرا یہ پیغام  
 تر پناکب تک آخر یوں تہ دام  
 مجھے تو خاک داں یہ خوش نہ آیا  
 سحر پہ بھی ہے جس کی پر تو شام

جہاں تا از عدم بیرون کشیدند  
ضمیرش سردوبے ہنگامہ دیدند  
بغیر از جان ما سوزے کجا بود  
ترا از آتش ما آفریدند!

عدم سے جب وجود آرا ہوا تھا  
تو عالم سردوبے ہنگامہ سا تھا  
ہماری جاں نے اس کو سوز بخشا  
ہماری آگ ہی سے تو اٹھا تھا!

جدائی شوق را روشن بصر کرد  
جدائی شوق را جوئندہ تر کرد  
نہی دانم کہ احوال تو چوں است  
مرا این آب و گل از من خبر کرد

جدائی سے جنوں روشن بصر ہے  
جدائی سے جنوں جوئندہ تر ہے  
ہنیں معلوم تیرا حال کیا ہے  
مجھے اس آب و گل سے سب خبر ہے

ترا از آستانِ خود براندند

رجیم و کافرو طاغوت خواندند

من از صبحِ ازل در پیج و تا بم

ازاں خارے کہ اندر دل نشانند

نکالا تجھ کو اپنے آستان سے

رجیم و کافرو طاغوت کہہ کر!

میں اس کانٹے سے ہوں بلیا بھیکو

کیا پیوست میرے دل کے اندر!

تومی دانی صواب و ناصوابم

نہ روید دانہ از کشتِ خرابم

نکردی سجدہ و از درد مندی

بخودگیری گناہ بے حسابم

عیان تجھ پر ہے سارا حال میرا

میری مٹی سے اک دانہ نہ اٹھا

کیا سجدہ نہ تو نے اور میرے

گنہ کا بوجھ اپنے سر پہ رکھا!



بیاتا نردرا شاہانہ یازیم  
 جہان چار سورا در گدازیم  
 ز افسون ہنراز برگ کا ہنش  
 ہشتے این سوئے گردوں بسازیم

اٹھ اے ہمد کہ پھر تڑپا کے رکھ دیں  
 گداز دل سے یہ دنیا کے فانی!  
 بتائیں اپنے افسون ہنر سے  
 زمیں پر اک بہشت جاودانی!

(۱۳)

## ابلیس خاکی و ابلیس نازی

فسادِ عصر حاضر آشکار است  
 سپہ از زشتی او شرمسار است  
 اگر پیدا کنی ذوقِ نگاہے  
 دو صد شیطان ترا خدمت گزار است

فسادِ عصر حاضر ہے نمایاں  
 کہ ہے خود شرمسار اس سے فلک بھی!  
 اگر ذوقِ نگہم پیدا کرے تو  
 ہزار ابلیس ہیں خدمت میں تیری



بہ ہر سوره زناں چشم و گوش اند  
 کہ در تاراج دل با سخت کوش اند  
 گراں قیمت گناہے یا پیشینزے  
 کہ این سودا گراں ارزاں فروش اند

بہ ہر سوره زناں ہوشس ہیں جو  
 پئے تاراج دل ہیں سخت کوشاں  
 گراں قیمت گناہے نابلد ہیں!  
 کہ سودا گر ہیں یہ ارزاں فروشاں



چہ شیطانے خرامش واژگونے  
 کند چشم ترا کوار از فسونے!  
 من اؤرا مردہ شیطان می شمارم  
 کہ گیرد بچوں تو پنخیر — زبونے!

وہ شیطان تجھ پر اب جس کافسوں ہے  
 خرام اس کا سراسر واژگون ہے!  
 مرے نزدیک وہ شیطان ہے مردہ  
 کہ جس کا تجھ سا پنخیر زبون ہے

چہ زہرا بے کہ در پیما نہ اوست  
 کشد جاں را و تن بیگانه اوست  
 تو بینی حلقہ دایمے کہ پیدا است  
 نہ آن دایمے کہ اندر دانه اوست

بھرا ہے زہر بیمانے میں اُس کے  
 فسوں مرگ افسانے میں اُس کے  
 عیان ہر دام دیکھا تو نے، لیکن  
 ہے اک دام اور بھی دانے میں اُس کے!

بشر تا از مقام خود دستا دست  
 بقدر محکمی اورا کشاد است  
 گنہ ہم می شود بے لذت و سرد  
 اگر ابلیس تو خاکی ہنسا دست

اگر ہو جائے انساں کچھ فرو تر  
 کشاد اُس کی بقدر محکمی ہے  
 گنہ بھی سرد ہو جاتا ہے، گر کچھ  
 ہنسا ابلیس کی خاکستری ہے



مثنوی پنخیر ابلیمان این عصر  
خساں را غمزه شاش سازگار است  
اصیلاں را ہماں ابلیس خوشتر  
کہ یزداں دیدہ و کامل عیار است

نہ بن پنخیر ابلیمان حاضر  
ہلاک غمزه کم ہمت ہیں جن کے  
اصیلوں کو وہی ابلیس خوشتر  
جو حق دیدہ ہے کامل فن میں اپنے



حریفِ ضربِ او مردِ تمام است  
کہ آں آتشِ نب والامقام است  
نہ ہر خاکِ سزاوارِ رخِ اوست!  
کہ صیدِ لاغرے بروے حرام است

حریفِ ضربِ اس کا مردِ کامل  
کہ وہ والا مقام، آتشِ نب ہے  
ہر اکِ خاکِ نہیں ہے اس کے شایاں  
شکارِ لاغر اس کا صید کب ہے!



زہیم دؤں ہناداں گرچہ دؤراست  
 ولے ایں نکتہ را گفتن ضرور است  
 بہ ایں نوزادا بلیساں نہ سازد  
 گتہ گارے کہ طبع او غیور است

اگرچہ دؤں ہناداں کو نہ سمجھیں  
 ضروری سا ہے لیکن اس کا اظہار  
 نہ ہو ان خام ابلیسوں کا دمساز  
 جو غیرت مند ہو طبع گتہ گار!

# بہ بیانِ طریق

بیاتاکارِ این اُمت بسازیم  
 قمارِ زندگی مردانہ بازیم  
 چنان نالیم اندر مسجدِ شہر  
 کہ دل در سینہٴ ملا گدازیم



بنائیں کام اس اُمت کے آجا  
 جو مردانہ کھیلیں زندگی کا!  
 کچھ ایسے درد سے مسجد میں روئیں!  
 پگھل جائے دل بے سوزِ ملا!

( ۱ )

قلندر جرّہ بازِ آسماں ہا  
 بہ یالِ او سبک گردِ گراں ہا  
 فضا کے نیلگوں پنجیرگا ہش  
 نمی گردِ بگردِ آشیاں ہا

قلندر جرّہ بازِ آسماں ہے  
 سبک اسکے لئے ہر اک گراں ہے  
 کہ اُس کی صید گہہ ہے چرخ نیلی  
 طواف اُس کا نہ گردِ آشیاں ہے

زجام نغمہ اللہ ہو رینخت  
 جو گرد از رختِ ہستی چار سو رخت  
 بیگرا از دستِ من ساز کہ تارش  
 ز سوزِ زخمہ چوں اشکم فور رینخت

رگ و پے میں مری اللہ ہو ہے  
 پریشاں گرد جس کی چار سو ہے  
 بہنحال اب ساز یہ میرا کہ جس کا  
 ہراک تارِ گمستہ سو بہ سو ہے





جو اشک اندر دلِ فطرت پتیدم

پتیدم تا بہ چشمِ او رسیدم

درخششِ من ز مرگانش تو ا دید

کہ من بر برگِ کاہے کم چکیدم

دلِ فطرت میں اشک آسا تپاں ہوں

ہوئی تب مجھ پہ چشمِ لطفِ جاناں

مری رخشندگی مرگاں پر اُس کی

کہ برگِ کہہ نہیں ہے میرے شایاں!



مرا از منطق آید بوئے خامی

دلیلِ او دلیلِ ناتامی

برویم بستہ در ہامی کشاید

دو بیت از پیرومی یا زجامی؟

مجھے منطق سے آئی بوئے خامی

دلیلِ اُس کی دلیلِ ناتامی

بہت سے درکئے وا اس نے مجھ پر

خوشایہ شعرِ رومی؟، بیتِ جامی؟

○  
 بیا از من بگیسراں دیر سالہ  
 کہ بخشد رُوح یا خاکِ پیالہ  
 اگر آبش دہی از شیشہ من  
 قد آدم بروید شاخِ لالہ

مرے خم میں ہے مئے اک دیر سالہ  
 کہ جس سے زندہ ہو خاکِ پیالہ  
 مرے شیشہ سے دیں گراس کو پانی  
 تو لائے قد آدم شاخِ لالہ!

○  
 بدستِ من ہماں دیرینہ چنگ است  
 درونش لالہ ہائے رنگ رنگ است  
 ولے بنوازشش با ناخنِ شیر!  
 کہ اؤرا تار از رگ ہائے سنگ است

وہی اک چنگ ہے ہاتھوں میں میرے  
 ہتھوں میں ہیں رنگیں بھول کتنے  
 مگر ہے ناخنِ شیر اس کو درکار  
 کہ ہیں پتھر کی رگ سے تار اس کے!

۱۶۰  
○  
بگواز من بہ پرویزانِ این عصر  
نہ فرہادم کہ گیرم قیشہ در دست  
ز خارے کو خلد در سینہ من!  
دل صد بے ستوں رامی تو اوں خست

یہ پرویزانِ حاضر کو سنا دو  
ہنیں ہوں میں کوئی تیشہ سنھالے  
کہ میرے دل میں وہ کانٹا ہے پیوست  
دل صد بے ستوں جو چیر ڈالے!

○  
فقیرم ساز و سامانم زگا ہیست  
بچشم کوہِ یاراں برگِ کاہیست  
زمن گیسراں کہ زارغِ دخمہ بہتر  
از آں بازے کہ دست آموز شاہیست

فقروں کا تو سرمایہ نگہ ہے  
مجھے کوہِ گراں بھی برگِ کاہ ہے  
ہے اُس شاہیں سے زارغِ دخمہ بہتر  
وہ شاہیں جو کہ دست آموز شاہ ہے

درِ دل را بروئے کس نه بستم  
 نه از خویشاں نه از یاراں گستم  
 نشیمن ساختم در سینہ خویش  
 تہ این چرخ گرداں خوش نشستم

کسی سے میں نے اپنا منہ نہ موڑا  
 نہ یاروں کو نہ اخیاروں کو چھوڑا  
 بنایا اپنے سینہ میں نشیمن!  
 قرار و عافیت سے ربط جوڑا

دریں گلشن نہ دارم آب و جاہے  
 تصبیم نے قبائے، نے کلاہے  
 مرا گل چیں بد آموز چمن خواند  
 کہ دادم چشمِ نرگس را نگاہے

کلو دی اور نہ خلعت مجھ کو بخشی  
 نہ آب و جاہ ہے قسمت میں میری  
 بد آموز چمن کہتے ہیں مجھ کو  
 کہ میں نے چشمِ نرگس کو نظردی

دو صد دانادریں محفل سخن گفت  
سخن نازک تراز برگِ سخن گفت  
ولے بامن بگو آں دیدہ ور کیست  
کہ خارے دید و احوال چمن گفت

ہراک دانایہاں گرم سخن ہے  
سخن نازک تراز برگِ سخن ہے  
مگر وہ کون ہے جو دیکھ کر خار  
یہ بتلا دے کہ کیا رنگِ چمن ہے

ندائم نکتہ ہائے علم و فن را  
مقام دیگرے دادم سخن را  
میان کارواں سوز و سرورم  
سبک پے کرد پیرانِ کہن را

نہ سمجھا نکتہ ہائے علم و فن کو  
مقام اک اور ہی بخشا سخن کو  
سوز و سرور میرا کارواں میں  
سبک پے کرتا ہے پیر کہن کو

○  
نہ پسنداری کہ مرغ صبح خواہم  
بجز آہ و فغاں چیزے ندانم  
مدہ از دست دامانم کہ یابی  
کلیدِ باغِ رادر آشیانم

سمجھ مرغِ سحر خواں ہی نہ مجھ کو  
کہ جس کا کام بس آہ و فغاں ہے  
کلیدِ باغ ہے پوشیدہ جس میں  
وہ اے ناداں! مرا ہی آشیاں ہے

○  
بہ چشمِ من جہاں جز رہگز نیست  
ہزاراں رہرو ویک ہم سفر نیست  
گزشتہم از ہجومِ خویش و پیوند  
کہ از خویشاں کے بیگانہ تر نیست

مرے نزدیک دنیا رہ گزر ہے  
یہاں پر کون کس کا ہم سفر ہے  
بالآخر میں نے سب اپنوں کو چھوڑا  
کہ جو اپنا ہے وہ بیگانہ تر ہے



بہ این نابود مندی بودن آموز  
 بہائے خویش را افزون آموز  
 بیفت اندر محیط نغمہ من !  
 بہ طوفانم چو در آسودن آموز

نہ ہونا بود، درس زندگی سیکھ  
 رموزِ خود شناسی، خود گری سیکھ  
 مرے نعمات کے طوفاں میں گھر کر  
 مثالِ درسکوں آمادگی سیکھ



کہن پروردہٴ این خاکدانم !  
 ولے از منزل خود دل گرانم  
 دمیدم گرچہ از فیضِ نم او  
 زمیں را آسمان خود ندانم

کہن پروردہ ہوں اس خاکدان کا  
 مگر ہوں اس سے دل برداشتہ سا  
 بڑھا گرچہ اسی کے فیض سے میں  
 زمیں کو آسمان اپنا نہ سمجھا!

○  
 نہ دانی تانہ باشی محرم مرد  
 کہ دل ہا زندہ گردد از دم مرد  
 نگہدار ز آہ و نالہ خود را  
 کہ خود دار است چوں مرداں غم مرد

وہ کیا سمجھے نہیں جو محرم مرد  
 دلوں کو زندہ کرتا ہے دم مرد  
 بچاتا ہے ہر آہ غم سے خود کو  
 کہ ہے خود دار، مردوں سا غم مرد

○  
 نگاہے آفریں، جاں در بدن ہیں  
 بشاخاں نادمیدہ یا سمن میں  
 وگر نہ مثل تپکے در کمانے  
 ہدف را با نگاہ تپ رزن ہیں!

نگہم پیدا کر اور یہ جان و تن دیکھ  
 شجر پر نادمیدہ یا سمن دیکھ  
 وگر نہ مثل تپ رزن کش تو  
 ہدف کو با نگاہ تپ رزن دیکھ!





خرد بیگانہ ذوق یقین است  
 قمار علم و حکمت بد نشین است  
 دو صد بو حامد و رازی نیز زد  
 بہ نادانے کہ چشمش راہ ہیں است

خرد بیگانہ ذوق یقین ہے  
 قمار علم و حکمت بد نشین ہے  
 دو صد رازی نہیں کچھ اسکے آگے  
 وہ ناداں آنکھ جس کی راہ ہیں ہے



قماش و نقرہ و لعل و گہر چیت  
 غلام خوش گل و زرین کمر چیت  
 چوینزدال از دو گیتی بے نیازند  
 دگر سرمایہ اہل ہنر چیت

نہ سیم و زر ہے نے لعل و گہر ہے  
 نہ کوئی بندہ زرین کمر ہے  
 خدا سے ہم نے پائی بے نیازی  
 یہی سرمایہ اہل ہنر ہے



خودی رانشہ من عین ہوش است  
 ازاں مئے خانہ من کم خروش است  
 مئے من گرچہ ناصاف است، درکش!  
 کہ ایں تہہ جرعہ خم ہائے دوش است

مری بزم خودی بے شور و شورش  
 مرانشہ ہے عین ہوش و تمکین  
 مری مئے گرچہ ہے ناصاف، پی جا  
 یہ ہے تہہ جرعہ خم ہائے دو شپس



ترا با حرقہ و عمامہ کارے  
 من از خود یا فتم بوئے نگارے  
 ہمیں یک چوپا نے سرمایہ من  
 نہ چوب مہنرے نے چوب دارے

تجھے ہے کام عمامہ سے یکسر!  
 میں خوش ہوں خود سے بوئے یار پا کر  
 یہی اک چوپا نے سرمایہ میرا  
 نہ چوب دار ہے نے چوب مہنر



جو دیدم جوہر آئینہ خویش  
گر فتم خلوت اندر سینہ خویش  
ازیں دانشوران کوروبے ذوق  
رمیدم با غم دیرینہ خویش

نظر آیا ہے جب آئینہ اپنا  
بنا خلوت مری خود سینہ اپنا  
یہ دانش ور ہیں سب بے ذوق یعنی  
بڑی شے ہے غم دیرینہ اپنا



پورخت خویش بر بستم ازین خاک  
ہم گفتند با ما آشنا بود!  
و لیکن کس ندانست این مسافر  
چہ گفت و باکہ گفت و از کجا بود!

جب اس دنیا سے باندھا میں نے سماں  
تو سب بولے کہ ہم سے آشنا تھا!  
نہ جانا یہ کسی نے بھی کہ یہ شخص!  
مخاطب کس سے تھا، کیا کہہ رہا تھا

————— ( ۲ ) —————

اگر دانا دل و صافی ضمیر است  
 فقیرے باہمی دستی امیر است  
 بدوشش منعم بے دیں و دانش!  
 قبائے نیست، پالانِ حریر است

ملے دانا دلی، صافی ضمیری  
 تو ممکن سے فقیری میں بھی میری  
 بدن پر منعم بے فہم و دیں کے  
 قبائے ایک پالانِ حریری!

————— ( ۳ ) —————

سجود سے آوری دارا و جم را  
 مکن اے بے خبر رسوا حرم را  
 مبرپیش فرنگی حاجتِ خویش  
 ز طاقِ دل فروریز این صنم را

نہ کر تو سجدہ یوں دارا و جم کو  
 نہ کر اے بے خبر رسوا حرم کو!  
 نہ کہہ افرنگیوں سے حاجت اپنی  
 گرا دے طاقِ دل سے اس صنم کو

○  
 شنیدم بیت کے از مرد پیرے  
 کہن فرزانہ روشن ضمیرے  
 اگر خود را بہ ناداری نگہداشت  
 دو گیتی را بگسرد آں فقیرے

سُنی اک پیرے سے یہ بیت میں نے  
 درخشاں جس کی ہے روشن ضمیری  
 بچا کر خود کو ناداری میں رکھے  
 تو سلطانِ دو عالم ہے فقیری

○  
 ہناں اندر دو حرفے سیرِ کاراست  
 مقامِ عشقِ منبر نیست، داراست  
 براہیماں زِ نمروداں نترستند!  
 کہ عودِ خام را آتش عیاراست

مقامِ عشقِ ناداں! دارہی ہے  
 غلط سمجھا کہ سمجھا اُس کو منبر!  
 ڈرے نمرود سے کیونکر براہیسم؟  
 عیارِ عودِ خام آتش ہے یکسر!

○  
 مجھ سے لالہ از کس غم گساری  
 جو من خواہ از دروین خویش یاری  
 بہر بادے کہ آید سینہ بکشائے  
 نگہدار آں کہن داغے کہ داری

نہ ڈھونڈاے گل! کسی سے غم گساری  
 ہماری طرح رکھ تو خود سے یاری  
 ہر اک جھونکے پہ کر دے چاک سینہ  
 نہ کھو، لیکن، یہ دل کی داغ داری!

○  
 ز پیرے یاد دارم ایں دو اندرز  
 نہ باید جز بہ جان خویش تن زسیت  
 گریز از پیش آں مردِ فرودست  
 کہ جان خود گرو کرد و بہ تن زسیت

کہا اک پیر نے مجھ سے یہ نکتہ  
 کہ ناممکن ہے جینا صرف تن سے  
 حذر اُس سے کہ جو مردِ فرودست  
 گرو جاں کر کے جیتا ہو بدن ہے!



یہ ساحل گفت موج بے قرارے  
 بہ فرعون نے کتم خود را عیارے  
 گئے بر خویش می تیچم چو مارے  
 گئے رقصم بہ ذوق انتظارے

کہا ساحل سے یہ اک موج نے کل  
 کہ میں فرعون کے حق میں ہوں طوفاں  
 کبھی رقصندہ اس کی منتظر ہوں  
 کبھی ہوں میں مثالِ مار بیچاں



اگر این آب و جاہ ہے از فرنگ است  
 جبین خود منہ جز بردر او!  
 سُرین را ہم بہ چویش دہ کہ آخر  
 حقے دارد بہ خر پالاں گر او!

یہ آب و جاہ ہے فیضانِ افزنگ  
 تو ہو جا اُس کے در پر جبہ فرسا!  
 جھکا دے پشت بھی آگے کہ آخر  
 خروں پر حق ہے کچھ پالاں گردوں کا!



فرنگی را دے لے زیرِ نگیں نیست  
 متارع او ہمہ ملک است دین نیست  
 خداوندے کہ در طوفِ حرمیش  
 صد ابلیس است و یک روح الامیں نیست

فرنگی کے نہ دل زیرِ نگیں ہے  
 فقط ہے ملک اس کا دین نہیں ہے  
 ہزار ابلیس ہیں گردش میں اس کی  
 نہیں ہے کوئی تو روح الامیں ہے

————— ( ۴ ) —————

من و تو از دل و دین نا امیدیم  
 بچو بوئے گلِ ز اصل خود امیدیم  
 دلِ ما مرد و دین از مردنش مرد  
 دو تا مرگے بہ یک سودا خریدیم

دل و دین سے ہے ہم کو ناامیدی  
 ہمیں ہے مثل گلِ خوئے رمیدی  
 مَر جب دل تو زیدی دین نے بھی جاں  
 یہ دُہری موت ہم نے یوں خریدی!





مسلمانے کہ داند ریز دین را  
 ناید پیش غیر اللہ جبیں را  
 اگر گردوں بہ کام او نہ گردد  
 بہ کام خود بگرداند زین را

مسلمان جان لے کر ریز دین کو  
 نہ رکھے پیش غیر اللہ جبیں کو  
 اگر گردوں نہیں اُس کا ہم آہنگ  
 تو لے آتا ہے گردش میں زین کو



دل بیگانہ خو، زین خاکداں نیست  
 شب و روزش ز دور آسماں نیست  
 تو خود وقت قیام خویش دریاب  
 نماز عشق و مستی را اذال نیست

دلوں کی اصل کب یہ خاک داں ہے  
 نہ روز و شب نہ دور آسماں ہے  
 تو خود وقت قیام اب ڈھونڈ اپنا  
 نماز عشق و مستی بے اذال ہے!

○  
مقام شوق بے صدق و یقین نیست  
یقین بے صحبتِ روح الامیں نیست  
گراز صدق و یقین داری نصیبے  
قدم بیباک ہے، کس در کیں نیست

مقام شوق ہے صدق و یقین میں  
یقین ہے صحبتِ روح الامیں میں  
تجھے حاصل اگر صدق و یقین ہے  
تو بڑھتا جا، نہیں کوئی کمیں میں

○  
سلمان را ہمیں عرفان و ادراک  
کہ در خود فاش بیند رمز لولاک  
خدا اندر قیاس مانگنجہ  
شناس آں را کہ گوید عرفناک

یہی مومن کا ہے عرفان و ادراک  
کہ دیکھے اپنے اندر رمز لولاک  
خدا کیا فہم میں آئے گا، پہچان  
اُسے جو کہہ گیا ہے ما عرفناک

○  
 بہ افزنگی بتاں خود را سپردی  
 چہ نامردانہ در بت خانہ مردی  
 خود بیگانہ دل، سینہ بے سوز  
 کہ از تاکِ نیاگان مئے نخوردی

کیا خود کو سپرد کم عیاراں  
 ہر اسان ہو کے بتخانہ میں دی جاں  
 خود بیگانہ دل سے سینہ بے سوز  
 نہ پی تو نے مئے تاکِ نیاگان

نہ ہر کس خود گروہم خود گداز است  
 نہ ہر کس مست ناز اندر نیاز است  
 قبائے لالہ خونیں قبائے ست  
 کہ بر بالائے نامرداں دراز است

نہ ہر اک میں گداز و خود گری ہے  
 نہ ہر اک شخص مست ناز ہی ہے  
 قبائے لالہ خونیں قبائے ست ہے!  
 کہ نامردوں کے جسموں پر بڑی ہے

○  
 بسوزد مومن از سوزِ وجودش  
 کشودش ہر چہ بستند از کشودش  
 جلالِ کبریائی، در قیامش!  
 جمالِ بندگی اندر سجودش

اسی کے سوز سے مومن ہے سوزاں  
 اسی میں ہیں کشائش کے سب امکاں  
 قیام اُس کا جلالِ کبریائی  
 جمالِ بندگی سجدوں میں پہناں

○  
 چہ پر کسی از نماز عاشقانہ  
 رکوعش بیوں سجودش محرمانہ  
 تب و تابے یکے اللہ اکبر  
 نہ گنجد در نماز پنجگانہ ! !

عجب شے ہے نماز عاشقانہ  
 رکوع و سجدہ اس کے محرمانہ  
 اُس اک اللہ اکبر کے برابر  
 نہیں تیری نماز پنجگانہ

○  
 دو گیتی را صلا از قرأتِ اوست  
 مسلمان لایموت از رکعتِ اوست  
 نداند کشتہ این عصر بے سوز!  
 قیامت ہا کہ در قدا قامتِ اوست

دو عالم کو صلا ہے اُس کی قرأت  
 بتائے لایموت اک اس کی رکعت  
 کہاں بھئیگا یہ فرزندِ تہذیب  
 جو قدا قامت میں ہے اُس کے قیامت

( ۵ )

فرنگ آئین رزاقی بدانند  
 یہ این بخش از و امی ستانند  
 شیطان آ پنچناں روزی رسائند  
 یزدان اندر آں حیران بمانند

فرنگ آئین رزاقی میں کامل

اسے پہنائے کر کے اس کو عریاں  
 عطا کرتا ہے یوں شیطان کو روزی

چہ حاجت طول دادن داستاں را  
 بہ حرفے گویم اسرار ہنیاں را  
 جہاں خویش یا سوداگراں داد  
 چہ داند لامکان قدر مکان را

غلط ہے طول دینا داستاں کو  
 سنادوں مختصر سیر ہنیاں کو  
 جہاں دے بیٹھا اپنا تاجروں کو  
 مکاں کی قدر ہو کیا لامکان کو

ہشتے بہر پاکانِ حرم ہست  
 ہشتے بہر اربابِ ہم ہست  
 بگو ہندی مسلمان را کہ خوش باش  
 ہشتے فی سبیل اللہ ہم ہست

ہشت اک بہر پاکانِ حرم ہے  
 ہشت اک بہر عالی ہمتی ہے  
 بگو ہندی مسلمان سے کہ خوش باش  
 ہشت اک فی سبیل اللہ بھی ہے

( ۶ )

قلندر میلِ تقریرے نہ دارد  
 بہ جز ایں نکتہ اکیرے نہ دارد  
 ازاں کشتِ خرابے حاصلے نیست  
 کہ آب از خونِ شبیرے نہ دارد

قلندر کو نہیں ہے شوقِ تقریر  
 یہ اک نکتہ ہے حق میں اُس کے اکیرے  
 کہ اُس کھیتی کا حاصل کچھ نہیں ہے  
 نہ ہو پانی میں جس کے خونِ شبیرے

Form No. J

Book No.....

**UNIVERSITY LIBRARY, ALLAHABAD**

Date Slip

The borrower must satisfy himself before leaving the counter about the condition of the book which is certified to be complete and in good order. The last borrower is held responsible for all damages.

An overdue charge will be charged if the book is not returned on or before the date last stamped below.

---

--	--	--

